



ISSN-0971-5711



58

۱۹۹۸ء

نمبر

قرآن اور سائنس



Rs.12/=

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	قیمت
1.	اے ویڈبک آف کائنات سمیت ایران یونانی سسٹم آف میڈیسن انگریزی 19/00، بنگالی 19/00، عربی 44/00، گجراتی 44/00، ہندی 34/00، سنسکرت 34/00، عربی 8/00، تامل 9/00، پنجابی 16/00، ہندی 6/00، اردو 13/00		
2.	آئینہ سرگزشت - ابن سینا	اردو	7/00
3.	رسالہ جودیہ - ابن سینا (معالجات پر ایک مختصر مقالہ)	اردو	26/00
4.	عیدوان الاعنابی طبقات الاطباء - ابن ابی اصیحوہ (جلد اول)	اردو	131/00
5.	عیدوان الاعنابی طبقات الاطباء - ابن ابی اصیحوہ (جلد دوم)	اردو	143/00
6.	کتاب الکلیات - ابن رشد	اردو	71/00
7.	کتاب الکلیات - ابن رشد	عربی	107/00
8.	کتاب الیامع لفروضات الادویہ والافقیہ - ابن بیطار (جلد اول)	اردو	71/00
9.	کتاب الیامع لفروضات الادویہ والافقیہ - ابن بیطار (جلد دوم)	اردو	86/00
10.	کتاب المنہ فی البحر ارجح - ابن القفطی (جلد اول)	اردو	57/00
11.	کتاب المنہ فی البحر ارجح - ابن القفطی (جلد دوم)	اردو	93/00
12.	کتاب البھوری - زکریا رازی	اردو	69/00
13.	کتاب الادبائل - زکریا رازی (بدن ادویہ کے موضوع پر)	اردو	13/00
14.	کتاب التیسیر فی البیرواات وادویہا - ابن زہر		50/00
15.	کثیری یہد عن ثودی یونانی میڈیسن پلاٹس آف علیکھوہ (یونانی)	انگریزی	11/00
16.	کثیری یہد عن ثودی یونانی میڈیسن پلاٹس فراہم ہار تھہ اکوکٹ ڈسٹرکٹ عمل ہاؤ	انگریزی	43/00
17.	مید عن پلاٹس آف گوالد فار سٹ ڈیوٹن	انگریزی	26/00
18.	فزیو لیمیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمیسی (پارٹ - I)	انگریزی	43/00
19.	فزیو لیمیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمیسی (پارٹ - II)	انگریزی	50/00
20.	فزیو لیمیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمیسی (پارٹ - III)	انگریزی	07/00
21.	اسٹینڈرڈ لیمیکل اسٹینڈرڈس آف سٹیکل ڈرگس آف یونانی میڈیسن (پارٹ - I)	انگریزی	86/00
22.	اسٹینڈرڈ لیمیکل اسٹینڈرڈس آف سٹیکل ڈرگس آف یونانی میڈیسن (پارٹ - II)	انگریزی	29/00
23.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - I)	انگریزی	4/00
24.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - II)	انگریزی	5/50
25.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - III)	انگریزی	57/00
26.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - IV)	انگریزی	31/00
27.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - V)	انگریزی	40/00
28.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - VI)	اردو	05/00
29.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - VII)	اردو	50/00
30.	کلیسیکل اسٹینڈرڈس آف فیزیولوجی (پارٹ - VIII)	اردو	60/00

ڈاک سے کتابیں منگوانے کے لئے اپنے آزاد کے ساتھ کتابوں کی قیمت مذکورہ پینک ڈرافٹ، رجسٹرڈ کوریئر، سی۔ آر۔ بی۔ ایم، نئی دہلی کے نام بھجوا، پیشگی روپے فراہم کریں۔

100/00 سے کم کی کتابوں پر محصول ڈاک بذمہ خریدار ہو گا۔

کتابیں مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، 65-61، انٹرنیٹڈ عمل ایریا، جنگ پوری، نئی دہلی - 110058 فون: 5611982، 5614970-72

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ
انجمن فسرغ سائنس کے نظریات کا ترجمان

ترتیب

- اداریہ ————— 2
ڈائجسٹ ————— 3
- قرآن کریم اور دینی لوہی کالم ————— محمد تقیہ عالم نقلی 3
بحرہری توانائی اور ایٹم بم ————— عبدالغفار قریشی اے مضمین 7
قرآن اور علم جینیات ————— ڈاکٹر عبدالعزیز 15
سن کی تلاش ————— ڈاکٹر محمد اسلم پرویز 19
زیتون ————— راشد حسین 21
اردو روں میں ————— شاہین نظر 25
سگریٹ نوشی: اسلام اور ————— راشد جمال 27
سائنس کے آئینے میں ————— حکیم محمد سیح الدین بامدینی 30
انجیر ————— عبدالودود انصاری 32
اللہ کی نعمت: مرجان ————— ڈاکٹر بھوجان انصاری 35
انرجی ایک ہے ————— نعمت اللہ غوری 38
- میراث ————— 41
- اسلام —————
ایک فقہ مافی کیوں { ڈاکٹر افتخار فاروقی 41
- لائٹ ہاؤس ————— 49
آبی جانور بچاؤ ————— عبدالودود انصاری 49
- کسوٹی ————— ادارہ 51
کاوش ————— 53
- شہد: قدرت کا { محمد امام الدین 53
نایاب تحفہ



نومبر 1998 ایڈیشن:

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

مجلس ادارت:
مشی:

پروفیسر آل احمد سرور
ممبران:

ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی
عبد اللہ ولی بخش قادری
ڈاکٹر عبید الرحمن
ڈاکٹر شعیب عبد اللہ
مبارک کاٹھری (مہاشیر)
عبدالودود انصاری (مہاشیر)

سرورق: جاوید اشرف

اس دائرے میں شرح نشان
کا مطلب ہے کہ آپ کا
زیر سالانہ ختم ہو گیا ہے

فون: 692-4366
رات 8 10 بجے صرف
FAX +91(11)-631-6485

زیر نظر و کتابت کا پتہ: 665/18 ڈاکٹر محمد اسلم پرویز
سرکولیشن آفس: 266/6 ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

جلد 5 شماره 11

قیمت فی شماره 12 روپے

5 ریال (سعودی)

5 درہم (یو۔ اے۔ ای)

2 ڈالر (امریکی)

1 پاؤنڈ

سالانہ (سادہ ڈاکس)

انفرادی 130 روپے

ادارات 140 روپے

بذریعہ جرنل 280 روپے

برائے غیر ممالک (پوائنڈس)

50 ریال / درہم

24 ڈالر (امریکی)

10 پاؤنڈ

اعانت تا عمر:

1500 روپے

500 درہم / ریال

240 ڈالر

100 پاؤنڈ

○ رسالے میں شائع شدہ تحریروں کو بغیر حوالہ نقل کرنا ممنوع ہے ○ قانونی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالتوں میں کی جائے گی
○ رسالے میں شائع شدہ مضامین، حقائق و اراء راد کی صحت کی بنیاد ذمہ داری مصنف کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاجہ نظر پھیلے سمندر کے بیچ میں تیرنے والے ایک جہاز میں جو حیثیت قطب نامی ہوتی ہے، وہی حیثیت انسانی زندگی میں علم کی ہوتی ہے۔ جس جہاز میں قطب نامی نہ ہو، وہ تو سمندر کی لہروں میں ڈولتے اور سنبھلتے اپنی عمر تمام کر لے گا۔ تاہم ذرا تصور کریں ایسے جہاز کا کہ جس کے پاس قطب نامی نہ ہو لیکن اس کے سازشی دشمنوں نے قطب نامی کا رخ تبدیل کر دیا ہے۔ جہاز پوری توانائی اور عملے کی تندرہی کے ساتھ اپنے تصور میں منزل کی جانب گامزن ہے لیکن دشمن سکرا رہا ہے کہ جب رخ ہی صحیح نہیں تو بجھلا منزل کیا ملے گی۔

علم کی صحیح راہ پانے کے لیے لازمی ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ علم کیا ہے؟ قرآن حکیم کے مطابق علم وہ شے ہے جسے آنکھ نے دیکھا ہو، کان نے اس کے صحیح ہونے کی گواہی ہو اور فوآد (قلب بمعنی ذہن) نے اس کے دھوکہ نہ ہونے کی تصدیق کی ہو۔ سورہ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع میں اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ”یہ وہ چیزیں ہیں جو خدا نے تم پر بطور حکمت وحی کی ہیں۔ اس حکمت کی ایک وضاحت یوں فرمائی ہے:

وَلَا تَقْعُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: 36) ترجمہ: ”اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (کیونکہ) بیشک تیرے کان اور آنکھ اور ذہن (فوآد) سب سے اس شے کے متعلق پوچھا جائے گا۔“ اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس چیز کی تصدیق یہ تین اعضاء انسانی کر دیں وہ علم ہے۔ ساتھ ہی قرآن منع فرماتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور شے کے پیچھے نہ پڑا جائے۔ اس حکمت کی رو سے کسی ایسی شے کو جس کی تصدیق ”صحیفہ فطرت“ نے

نہ کی ہو، علم کا بلند درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مافوق الفطرت بھی باتیں گویا خلق ہیں اور قرآن حکیم ان کے پیچھے پڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ گویا کہ وہ تمام دریا فیتیں جو صحیفہ فطرت کے عالموں نے کی ہیں، علم کے زمرے میں آتی ہیں۔ چاہے وہ علم ریاضی ہو یا علم طبیعیات، علم کیسے ہی ہو یا علم حیاتیات، علم طبقات الارض ہو یا علم خلا۔

علم کی یہی تشریح قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو جو حق و جوق علم فطرت کی طرف لے گئی۔ قرآن کریم نے صحیفہ فطرت کے بے مثال طلسم کی طرف جب ان کی توجہ موڑی تو وہ ”پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو گئے“ نیز اللہ کے فرماں بردار بندوں میں شامل ہو گئے۔ ایسے بندے جو وہی کام انجام دے رہے تھے کہ جس کے واسطے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ وہ رب کی ربانیت اور عظمت کے دل سے قائل ہو کر بندگی کے اتھاہ سمندریں ڈوبتے چلے گئے۔ وہ فطرت کے کارخانے میں دریا فیتیں کرتے گئے، حمد و ثنا کرتے گئے۔ انھوں نے چند سالوں میں دنیا میں صحیح اور یقینی علم کی بنیادیں ڈال دیں۔ اُس وقت یورپ (جو کہ اس وقت علم کا گہوارہ ہے) انسان کے ہی ظلم کے باعث سیکڑوں قسم کی ظلیات میں مبتلا اور حقیقی علم سے دور تھا۔ سولہویں صدی میں یورپ کے بعض عالموں نے (قرآن حکیم کے نزول کے ایک ہزار سال بعد نیز اہل عرب کی علمی ترقیوں سے متاثر ہو کر) قریباً انہی الفاظ میں جو مذکورہ بالا آیت کے ہیں، اعلان کیا کہ وہی شے سچ ہے جس کی تصدیق آنکھ، کان اور ذہن کر دے۔ باقی سب غلط، وہم اور اندیشہ ہے۔ اس اعلان کے بعد سے ہی یورپ کی شانہ ثانیہ یعنی اُس عروج کی شروعات ہوئی جو آج اسے حاصل ہے۔ اس کے برخلاف اسی دوران مسلمانوں کی بے راہ روی، قرآن کی غلط بینی اور تناسلی نے اس شرف کو مسلمانوں سے چھین لیا۔ آج پھر ضرورت ہے اس بات کی کہ مسلمان قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے لیے راہِ علم و عمل کا تعین کریں تاکہ ہندگی کا بھرپور حق ادا ہو۔



قرآن کریم اور ٹیکنالوجی کا علم

محمد توقیر عالم نظمی، ویشالی - بہار

ڈائجسٹ

اپنی تفسیر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ”قرآن میں آیات العلوم کی تعداد سات سو پچاس ہے جس میں فلکیات، ریاضی، ہندسہ، طب، معدنیات، زراعت اور دوسرے علوم طبعی ہیں۔ قرآن جامع العلوم ہے۔ علمی تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ تمام دنیوی علوم کا منبع صرف قرآن ہے۔“ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

فَلَنُصِِّرَنَّ وَاقِفِي الْأَرْضِ
فَنَنْظُرُ وَكَيْفَ بَدَأَ
الْخَلْقَ
(العنکبوت: 20)

ان سے کہو کہ زمین پر چلیں اور
پھر یہ اور دیکھیں کہ اللہ نے
کس طرح مخلوق کو پیدا کیا، یعنی
کس طرح عالم کی ابتدا کی۔
(ترجمہ مولانا مودودی)

اور حضرت تھانویؒ کے ترجمہ کے مطابق ”کہ آپ ان لوگوں سے کہئے کہ تم لوگ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے۔“

پھر دوسری جگہ فرمایا:

قُلْ اَنْظُرُوا مَاذَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
(سورہ یونس: 101)

آپ کہہ دیجئے کہ وہ دیکھیں
کیا کیا چیزیں ہیں آسمان اور
زمین کے بیچ۔

تیسری جگہ قرآن کے یہ الفاظ ہیں:

اَوْ لَمْ يَرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
كَانَتْ رَاقًا فَفَنَفَّهْهُمَا
(سورہ الانبیاء: 30)

کیا ان منکرین نے نہیں دیکھا
کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم
لمبے ہوئے تھے، ہم نے ان کو
بدا کیا۔ (ترجمہ مولانا مودودی)

مندرجہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ رب العزت نے

اگر قرآن پاک کا کھلے ذہن اور دماغ سے گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن کا نظریہ علم بہت ہی انوکھا اور وسیع ہے۔ اس کی آیتوں پر غور و فکر کرنے سے مختلف علوم وجود میں آتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”تم دیکھو آسمان اور زمین میں کیا کیا ہے۔“ (سورہ یونس: 101)

جس انسان میں تحقیقی صلاحیت ہوتی ہے وہ آسمانی کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے، سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا مطالعہ کرتا ہے، وہ دن و رات کے بننے کی وجوہات معلوم کرتا ہے، چاند تاروں کی باہنیت پر غور کرتا ہے، سورج یا زمین کے متحرک ہونے کا خیال اس کے دل میں آتا ہے۔ اس طرح اس کا مشاہدہ بڑھتے بڑھتے علم فلکیات کہلاتا ہے اسی طرح جب وہ زمین کی چیزوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا یہ مطالعہ علم حیوانات، نباتات، معدنیات، طبقات الارض، موسمیات اور جغرافیہ وغیرہ کی ایجاد کا سبب بنتا ہے۔ پھر جب ان علوم پر مزید تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو سائنس ٹیکنالوجی اور انکسار انکس کا وجود ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ایسی بیشمار آیات ہیں۔

علامہ محمد لطیفی جمعہؒ نے اپنی کتاب ”تاریخ فلسفہ اسلام“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”قرآن تقریباً ہر علوم کا منبع ہے اور ان میں سے اکثر علوم کا راست ماخذ خود قرآن ہے اور دوسرے علوم قرآن کی خدمت کے لیے مدون کیے گئے ہیں۔“

الجاہری فی تفسیر القرآن کے مصنف شیخ طنطاویؒ نے



اہل یورپ نے ان تمام شکات پر جو اس آیت میں بتائی گئی ہیں، تحقیقات کر کے علمی مہارت حاصل کر لی اور سائنس و ٹیکنالوجی پر حاوی ہو گئے۔

تخلیق کائنات کے سلسلے میں سب سے پہلے اس مادے سے سابقہ پڑتا ہے جس کے وزن اور مقدار کا حساب کرنا انسان کے بس سے باہر ہے اور اگر اس کی تخلیق کے بارے میں غور کریں تو کسی نظریات بنتے ہیں جن سے طبیعیات کے وسیع علم کی بنیاد پڑی ہے۔ اس طرح اجرام فلکی اور کھیتاں کی حیرت انگیز تخلیق کا پتہ چلتا ہے جن کی مسافت و جسامت کے بارے میں جاننے کے لیے دور بینیں ایجاد ہوئیں۔

اس آیت میں جہازوں کا ذکر ہے جو سمندریں فائدے کی چیزیں لے کر چلتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے کہ جہازوں کے بنانے میں اتنی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے وزن اور سامان کو لے کر ڈوب نہ جائیں۔ یہ مہارت صرف اکیسویں صدی میں پیدا ہوئی ہے جب ہم پانی کے اوپر اچھالنے کی قوت اور جہاز کے وزن کا علم رکھیں۔ نزولِ قرآن کے وقت معمولی کشتیاں چلتی تھیں، اب جہاز ہزاروں ٹن وزنی سامان لے کر سمندروں کے سینے پر دندناتے چلے جاتے ہیں۔ یہ سب علم طبیعیات اور ٹیکنالوجی کی بدولت ہو رہا ہے۔ پھر قرآن کی یہ آیت دیکھئے سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ یعنی تم زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ نے خلق کو کیسے پیدا کیا؟ یہاں پر چلنے پھرنے کے ذرائع نہیں بتائے گئے مگر آفرینش کی تخلیق کی تحقیق کا ایک ایسا جذبہ ابھارا گیا ہے کہ ہم تحقیقات کے لیے مختلف مقامات پر چھوڑیں اور زیادہ سے زیادہ تخلیقی معلومات حاصل کریں اس سلسلے میں اگر ہم چل پھر کر دور دراز کے ممالک کی سیرو سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو اونٹ اور گھوڑوں کے بجائے ریل، موٹر، سمندری و ہوائی جہاز کے بنانے کی فکر ہوتی ہے اور ان ساری ایجادات کا سہرا ہمارے سر ہو تا ہے تیز رفتار

بندے کو متوجہ کیا ہے کہ تحقیق کریں کہ کائنات اور اس کے مشتملات یعنی سورج، زمین، چاند اور تارے کی تخلیق کیسے ہوئی؟ انسان، حیوان اور حشرات الارض کیسے پیدا ہوئے؟ نباتات اور جمادات کی پیدائش کس طرح ہوئی؟

آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ بیسویں صدی سے قبل یہ نہیں معلوم تھا کہ آسمان و زمین یعنی تمام کائنات باہم ملی ہوئی تھی۔ جو بعد میں جدا ہوئی۔ 1920ء کے بعد جب بڑی برقی دور بینیں بننے لگیں تو تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ تمام کائنات ابتدا میں ایک تھی جس نے بعد میں الگ ہو کر زمین اور تاروں کی شکل اختیار کر لی اور پھر سورج سے بعض حصے جدا ہو کر زمین اور دوسرے سیارے بنے۔ گویا اس تیسری آیت کی حقیقت دو بینوں کی ایجاد کے بعد ظاہر ہوئی۔ ورنہ بغیر تحقیق کے یہ آیت ایک ایسا جملہ بن کر رہ گئی تھی جس سے نہ کوئی متاثر ہوتا تھا اور نہ ہی اس کا مفہوم ذہن میں آ سکتا تھا۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی یہ آیت دیکھئے:

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نُفُوسَ الْإِنسَانِ مِن نَّارٍ مُّقْتَدِرَةٍ ذَاتِ رُوحٍ رَّحِيمٍ ۚ وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ الرُّسُلَ أَنِ ابْنِ بِمِثْلِ بَيْتِ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَا جَعَلْنَاهُ فَاخِضًا مُّذْنَبًا ۚ وَإِذْ بَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نُفُوسَ الْإِنسَانِ مِن نَّارٍ مُّقْتَدِرَةٍ ذَاتِ رُوحٍ رَّحِيمٍ ۚ وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ الرُّسُلَ أَنِ ابْنِ بِمِثْلِ بَيْتِ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَا جَعَلْنَاهُ فَاخِضًا مُّذْنَبًا ۚ وَإِذْ بَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نُفُوسَ الْإِنسَانِ مِن نَّارٍ مُّقْتَدِرَةٍ ذَاتِ رُوحٍ رَّحِيمٍ ۚ وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ الرُّسُلَ أَنِ ابْنِ بِمِثْلِ بَيْتِ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَا جَعَلْنَاهُ فَاخِضًا مُّذْنَبًا ۚ



قرآن تحقیق پر زیادہ زور دیتا ہے اور تحقیق نہ کرنے والوں پر اظہارِ ناراضگی کرتا ہے۔ ارشادِ درباری ہے :

وَيَلْزَمُكَ الْفِتْنَةُ أَفَنتَ
أَبْصَحَ ۚ يَسْمَعُ آيَاتِ
اللَّهِ تَنَزَّلُ عَلَيْكَ فِي
لَيْلٍ مِّنَ الْمُسْتَكْبَرِينَ
يَسْمَعُهَا فَيَشْهَرُهَا
بِقَدِّهَا أَبْصَحَ ۝
(الباقیہ ۷-۸)

دوسری آیت میں ہے :

اور کَم یَسْطُرُ وَاغِی مَلَکُوتِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ
شَیْءٍ وَّاَنْتَ عَسٰی
اَنْ یَّکُوْنَا قَدِ اقْتَرَبَ
اَجَلُھُمْ... (الاعراف 185)

أَجَلُهُمْ... (الأعراف 185)

یہاں موت سے مراد صرف طبعی موت ہی نہیں بلکہ سیاسی، معاشی، اخلاقی، سماجی اور قومی موت بھی شامل ہے۔ لہذا ہر وہ شخص جو مناظر کہ سنات کو دیکھ کر ان کی تخلیق کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا۔ ایسی ہی موت کا شکار ہوتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہو۔ شاید ہماری قومی، سیاسی، معاشی، اجتماعی کا سب بھی یہی ہے۔

اسی طرح قرآن میں مختلف جگہ آیا ہے کہ اللہ رب العزت نے آسمان اور زمین کی ہر چیز کو ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ مسخر کے لغوی معنی ہیں تابع کیا ہوا۔ ہماری عدم تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دھوپ میں کپڑا سکھاتے رہے اور دیگر اقوام تحقیق کر کے سورج کی توانائی سے مختلف اقسام کے

سوار یوں کی ایجاد سوائے ٹیکنالوجی کے ممکن نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن بادی النظر میں سائنس و ٹیکنالوجی کی کوئی کتاب نہیں، مگر اس میں سائنس و ٹیکنالوجی کا علم بھرا ہوا ہے۔

مثال کے طور پر قرآن میں ہے ”تسم و دیکھو زمین و آسمان میں کیا ہے“ یہاں دیکھنے کی نہ کوئی تعریف کی گئی ہے نہ کوئی ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اگر آسمان و زمین کی چیزوں کو دیکھنے اور اللہ کی عظمتوں سے واقف ہونے کا شوق ہم میں ہوتا تو ہم مختلف ذرائع ایجاد کرتے جن میں دور بین، دوسرے آلات اور زمین کی چیزوں کو دیکھنے کے لیے مختلف سائنسی تفکرات تھے ہوتے کیونکہ برہنہ انگلیہ سے ہم سورج کو صرف ایک گرم اور منور شے سمجھتے ہیں اور چاند کو ایک سرد چمکتی ہوئی چیز آسمان پر چھوٹے چھوٹے تارے نظر آتے ہیں ہم اسے نیلے پتھر یا سنگ مرمر کا بنا ہوا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت کی عظمتوں سے واقف ہونے اور اس کی حیرت انگیز کارسازی کا صحیح علم حاصل کرنے کے لیے ہم کو ٹیکنالوجی ایجاد کرنا پڑی۔

قرآن کریم میں ہے:

اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں
شدید ہیبت ہے اور لوگوں
کے لیے طرح طرح کے فائدے ہیں
(ترجمہ مولانا مودودی)

یہ آیت لوہے کے استعمال کی طرف اشارہ کرتی ہے اس سے ہیبت یعنی تباہی کی چیزیں بن سکتی ہیں اور فائدے کی بھی۔ چنانچہ اس کا مابعد استعمال ٹیکنالوجی کو فروغ دیتا ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ نہ ہم نے لوہے کی ہیبت دیکھی نہ فائدے۔ اس کے برعکس اقوام عالم نے لوہے کو قومی، سیاسی اور معاشی استحکام کا ذریعہ بنالیا ہے اور آج انھوں نے لوہے کی بدولت جو ترقی کی ہے اس کو ہم دیکھ رہے ہیں مگر ہم نے قرآن کے اشارے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔



ہے۔ اور وہ صرف مذہب اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔

درخواست

تمام مصنفین اور ادارے نے حق الامکان اس بات کا خیال رکھا ہے کہ مضامین کے متن میں کوئی غلطی نہ ہو۔ قرآن مجید کی آیات اور ان کے تراجم پر بھی نظر رکھی گئی ہے۔ تاہم قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں سہو ہوا ہو تو ادارے کو مطلع کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور صراطِ مستقیم کی جانب رہبری فرمائے۔ آمین — (مدیر)

فائدے اٹھانے لگیں اور جلد ہی وہ اس قابل ہو جائیں گی کہ دھوپ سے چلنے والی موٹر گاڑیاں، مشینیں اور کئی گھریلو سامان ایجا کر دیں۔ اسی طرح علماء سے جو فائدے اٹھا رہی ہیں، ہم ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ مختصر کلام یہ کہ قرآن عمل کو ایک اعلیٰ درجہ دے کہ اس کے حصول کی دعوت دیتا ہے اور غور و فکر اور تدبیر کا جذبہ ابھار کر تحقیقات کے دروازے کھولتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمام دنیوی علوم حتیٰ کہ سائنس و ٹیکنالوجی قرآنی آیات پر غور و فکر سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ قرآن صرف دوسری مذہبی کتابوں کی طرح ایک کتاب

ڈاکٹر جنریدی ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: ”مجھے آپ کی اسلامی کتابیں ہندی میں ملیں۔ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد ملتا ہے میں اندر سے مسلمان ہوں۔ اب میں ظاہر میں بھی اسلام کا پیرو بننا چاہتا ہوں۔ میری رہنمائی کریں“ (نئی کتابیں)

سچی بات کا جادو

ترجمہ: مولانا محمد فاروق خاں، ڈاکٹر محمد احمد — صفحات 624 دعوتِ ہدیہ 60/ قرآن مجید کا کیا اور آسان ہندی ترجمہ۔ قرآنی اصطلاحات اور قرآنی موضوعات کی تشریح کے ساتھ۔

पवित्र कुरआन
पोत्र قرآن (ہندی)

حضرت محمد اور ہندوستانی مذہبی کتب

ہندوستانی مذہبی کتابوں میں جس کلکی اوتار اور آخری رشی کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ حضرت محمد ہی ہیں۔ اس بات کو ہندو مذہبی کتب اور ان کے علماء کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے۔ صفحات 40 قیمت 10/-

اگر آپ

• اپنے کسی غیر مسلم بھائی کو ان کی خواہش پر ہندی یا انگریزی ترجمہ قرآن مجید دینا چاہتے ہیں تو صرف 50/- (پچاس روپے) فی کس کے حساب سے ڈاک ٹکٹ، مٹی آرڈر یا ڈرافٹ ہمیں بھیج دیں۔ ہم آپ کے لکھے تہوں پر رجسٹرڈ ڈاک سے ترجمہ قرآن مجید بھیج دیں گے۔
• تاجر، داعی حضرات اور مفت تقسیم کرنے والے مناسب رعایت پر حاصل کر سکتے ہیں۔

3283702

3281967

فون: 110002

اسلامی سائیتھ پرکاشن 1525 سوئی والان، نئی دہلی



جوہری توانائی اور ایٹم بم

عبد الغفار قریشی آل صفی
ایکٹر ونگ انجینئر - لندن

محترم عبد الغفار قریشی آل صفی اس وقت دے کے عارضے میں مبتلا ہیں اور لندن کے ایک اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ادارہ ان کے صحت کے لیے دعا گو ہے۔ قارئین سے معجے درخواست ہے کہ موصوف کے صحت کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ایسے حقیقی عالموت کا سایہ ہمارے سر پر قائم رکھے۔ (آمین)

”ذره بھر“ اور ”ذره برابر“ کو ایک کی مقدار میں کہا گیا ہے اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ کُل مخلوقات عالم میں ہر منفرد شے کی تخلیق و ارتقا کا آغاز پہلے پہل ایک واحد ذرہ سے ہوا ہے۔ حتیٰ کہ بذات خود انسان کی پیدائش ”رحم مادر“ میں سب سے پہلے ایک تولیدی ذرہ (SPERM) سے ہوئی ہے۔ یہ مہذبہ وضاحت خالق مطلق کی یکنائی اور وحدت کا علی الاعلان ثبوت اور وحدت الوجود کی ایک واضح اور کھلی دلیل ہے۔ یہاں لندن کے ایک معروف شاعر فطرت اطہر آرنے حسب حال کیا خوب کہا ہے۔

تمام شورش کثرت میں ایک وحدت ہے
یہ کائنات کی سب سے بڑی صداقت ہے

آئیے اب ہم تاریخی اعتبار سے اس ذرہ قدرت پر مختصر نظر ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ قرآنی لفظ ذرہ کو عربی، انگلش لغات میں ایٹم (ATOM) سے منسوب کیا گیا ہے۔ ویسے یہ لفظ ایٹم یونانی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ محمد پتھال و دیگر انگریزی مترجمین نے قرآنی آیات میں ذرہ کو انگریزی میں ایٹم (ATOM) سے تعبیر کیا ہے۔

موجودہ عہد اور وقت رواں کے سائنسدانوں کا

جوہری توانائی (NUCLEAR ENERGY) جن ذرات کی بنیاد پر ایک بے پناہ اور لامحدود قدرت کی صورت میں منکشف ہوئی اور پھر اس کے بطن سے ایک انتہائی ہولناک اور شہر بربا ”ایٹم بم“ کا وجود ہوا۔ آئیے ہم پہلے ان پوشیدہ قدرتی ذرات کو اشارتاً قرآن حکیم میں دو جگہ مثال کے طور پر دیکھتے ہیں۔ پہلی سورۃ یونس آیت 10 میں ہے کہ ”اور تمہارے پروردگار سے ”ذره بھر“ بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، نہ زمین اور نہ آسمان میں اور نہ ہی کوئی اس (ذرہ) سے چھوٹی یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی) ہوئی ہے۔“ دوسری جگہ سورۃ سبا، آیت 3 میں تقریباً ہو ہو ہی آیت ہے۔ ان آیات میں ”ذره بھر“ یا ”ذره برابر“ بطور تمثیل و صفا کی گئی ہے۔ ذرہ کی یہ مثال خالق کائنات ارض و سما کی طرف سے کوئی قیاسانہ اور تخیلانہ نہیں بلکہ حقیقتاً ذرہ کا جو پہلے ہو چکا ہے اسی نیت اور حوالہ سے مقصد بیان ہے۔ ایک جگہ جگہ قرآن حکیم میں سورۃ 29 میں یہ بھی واضح ہے کہ ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں اور اسے تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔“

علاوہ ازیں ان متذکرہ بالا آیات ربانی میں مزید ایک قابل غور بات معلوم ہو رہی ہے کہ ”ذرہ“ کو صیغہ واحد یعنی



(ALCHEMY) کے ماہروں نے اس ایٹم پر پھر پور توجہ کی اور کیمیاوی و طبعیاتی دونوں پہلو سے بے دریغ تجربات اور عملی تجربات کیے۔ ان کوششوں کے سلسلہ میں نامور مفکروں سائنسدانوں اور ماہرین میں رازی، بوعلی سینا، البیرونی، الکندی، الفارابی قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً ان میں ابو بکر رازی کے نظریہ ذری (ATOMIC THEORY) میں یہ شامل تحقیق تھا کہ ”تمام اجسام مادی ایٹموں (ATOMS) پر مشتمل ہیں اور یہ فضا اور خلا میں گردش کرتے ہیں۔“ مغرب کے مورخین سائنس و فن سے متعلق تاریخی واقعات میں ان نامور مسلمان محققین کے استادانہ اور ماہرانہ کارناموں اور ان کے نظریات اور کلیات کا اپنی درسی کتابوں میں بطور حوالہ ذکر کرتے ہیں۔

اٹھارھویں صدی عیسوی میں مغرب میں سائنسی علوم و فنون کا ایک نیا سورج طلوع ہوتے ہی مختلف ملکوں کے دانش مندوں اور سائنسدانوں نے یونانی فلاسفہ کے ایٹم کے نظریات، اور مسلمان کیمیا دانوں کے ترتیب دیئے ہوئے سائنسی قاعدوں اور اصولوں کا گہری توجہ سے مطالعہ کیا۔ ان میں ایک انگریز کیمیا گر ڈالٹن (DALTON) کا نظریہ ذری (ATOMIC THEORY) قابل تسلیم سمجھا گیا۔ اس نے کہا کہ ”ہر مادہ (MATTER) خواہ وہ ٹھوس حالت میں ہو یا سیال، بھاپ کی صورت میں ہو یا گیس کی شکل میں، مادے کے سب سے چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے بنا ہے اور یہ ایٹم (ATOM) ہے؛ اس کے اس نظریے کے تحت مادے کے ہر عنصر (ELEMENT) کے اپنے خاص ایٹم ہوتے ہیں جو دوسرے عنصر سے اپنی خاصیت، وزن، مقدار اور قوت میں مختلف ہوتے ہیں۔ کئی ایٹم کا مجموعہ مالیکیول (MOLECULE) کہلاتا ہے۔ ڈالٹن کے نظریہ ذری کے مطابق بہت سی معدنیات اور کیمیاوی اجزاء کے سالمی وزنی (ATOMIC WEIGHT) اور

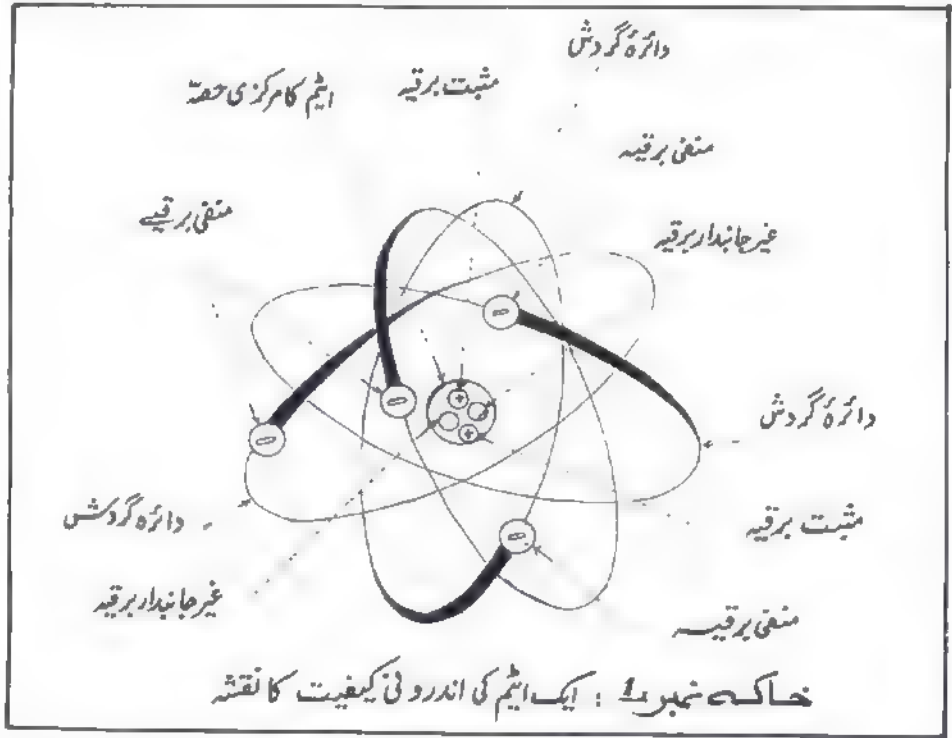
یہ ذرہ (ATOM) کوئی نیا انکشاف نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو قرآن حکیم میں ہی ان ذرات کا ذکر ہو چکا ہے پھر دنیا کی تاریخ کی حیثیت سے ہزاروں سال پہلے یونانی مفکروں اور فلاسفوں کے بحث و مباحثے کا ایک خاص موضوع رہ چکا ہے۔ ان میں تقریباً ڈھائی ہزار سال قریل مسیح ایک یونانی مفکر DEMOCRITUS نے اس ایٹم پر سب سے پہلے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا، اس نے کہا تھا کہ اگر کسی مادے (MATTER) کو چھوٹے سے چھوٹے اجزاء میں تقسیم کر دیا جائے گا تو ایک ایسا ذرہ آئے گا جو مادے کا آخری جزو ہوگا اور وہ ”ناقابل تقسیم“ ہوگا۔ اس نے اس کا نام ایٹم رکھا۔ بعد میں اس کی یہ فکری دریافت بصورت نظریہ ذری (ATOMIC THEORY) وجود میں آئی۔

کئی صدیوں تک مشہور فلسفیوں، نکتہ وروں اور متلاشی راز قدرت کے شیدائیوں کے درمیان اس ذرہ پر تخلیقی اور خدائی قدرت کے پہلو سے بحث و مباحثے ہوتے رہے۔ ان سب کے اپنے اپنے علمی اور فکری نظریات صرف تاریخی اوراق تک محدود رہے۔ زمانہ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ عہد وسطیٰ میں یہ ”تاریخی ایٹم“ دنیائے اسلام کے نامور اور ممتاز اہل علم و حکمت کی متجسس نگاہوں کی گرفت میں آ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اس وقت سارے مغرب میں علم و حکمت کا پوری طرح فقدان تھا اور مغربی مورخین اس دور کو اس اعتبار سے ”تاریک عہد“ (DARK AGE) کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ زمانہ تقریباً پانچ سو برس تک قائم رہا ہے۔ عین اسی رواں عہد میں اہل اسلام نہ صرف جہاد و فتوحات، سپہ گری، ملک گیری اور سیاست دانی میں درجہ کمال رکھتے تھے بلکہ علمی و سائنسی علوم میں بھی وہ بام عروج پر تھے۔ ان میں سے اکثر علم کیمیا گری اور کیمیا دانی



سالی تعداد (ATOMIC NUMBER) معلوم کیے گئے۔
ان اجزاء ترکیبی سے کسی بھی مادے کی خاصیت اور اس کی قوت
کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً مادے کا سب سے ہلکا
عنصر ہائیڈروجن ہے جس کا ایک ذرہ مثبت (PROTON)
اور دوسرا ذرہ منفی (ELECTRON) ہے۔ قدرتی مادے کا سب
سے بھاری عنصر یورینیم (URANIUM) ہے جس میں 92
منفی ذرات ہیں، ان دونوں میں سب سے ہلکے اور سب سے

92 منفی ذرات ہیں اور یہ عنصر جوہری توانائی (NUCLE-
AR ENERGY) میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہی
"ایٹم بم" کی روح ہے۔
اب آپ خاکہ نمبر 1 کو ملاحظہ فرمائیے یہ ایک
واحد ایٹم کی اندرونی اور بیرونی کیفیت کا منظر ہے۔
ایٹم کا بالکل مرکزی حصہ نیوکلیس ہے۔ اس کے اندر



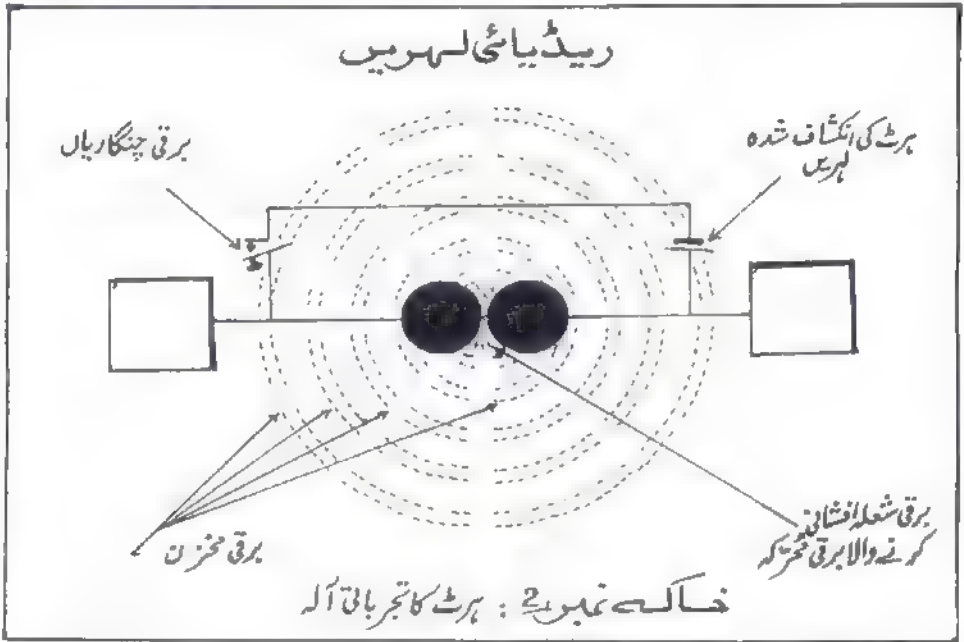
دو ذرات ہیں، ایک ذرہ پروٹون (PROTON) جو مثبت
خاصیت رکھتا ہے، دوسرا ذرہ نیوٹرون (NEUTRON)
ہے۔ جس کا ذکر جوہری توانائی کے سلسلہ میں آئے گا۔ تیسرا
ذرہ الیکٹرون (ELECTRON) ہے جو منفی خاصیت رکھتا
ہے اور پروٹون ذرہ کے گرد ہمیشہ اور ہمہ وقت اپنے

بھاری عناصر کے درمیان جتنے بھی عنصر ہیں۔ اسی طرح تعداد
سالمہ رکھتے ہیں۔ مثلاً کاربن میں 6، آکسیجن میں 8، لوہے
میں 26، چاندی میں 47، سونے میں 79 یہاں تک کہ
یہ سالی تعداد بڑھتے بڑھتے آخری سب سے بھاری عنصر
(آخری تحقیق کے مطابق) یورینیم تک پہنچتی ہے جس میں



اسی لمحہ جل کر خاک ہو جائیں گے۔ اگر ان دونوں کے درمیان اسی حالت میں کوئی شے حائل ہو تو وہ بھی جل کر خاکستر ہو جائے گی۔ لیکن حضرت انسان نے اپنی سائنسی اور فنی حکمت عمل سے ان دونوں مشترکہ ذرات کی قوت کو اس خوبی اور صفت سے تاروں میں سرایت اور محرک رکھنے ہوئے اس کی روانی کو ایک انتہائی فائدہ بخش صورت یعنی 'برقی قوت' (ELECTRICITY) میں تبدیل کیا ہے۔ جس کے ذریعے نہ صرف عام گھروں میں برقی روشنی بلکہ لاکھوں مختلف برقی مشینوں اور آلات سے دن رات کام

مدار (ORBIT) میں چکر یا گردش لگایا کرتا ہے۔ ہم نے خاکہ نمبر 3 "B" کی جانب ان دو مختلف مثبت (+) اور منفی (-) خاصیت والے پروٹون اور ایکٹرون کو دکھلایا ہے، یہ ذرات قطعاً اپنی جداگانہ خاصیت کی وجہ سے ایک دوسرے کی ہند ہیں۔ قرآن حکیم میں سورہ 36 آیت 35 میں ہے کہ "وہ خدا پاک ہے جس کی زمین کی نباتات کے اور خود ان کے (انسان) اور جن چیزوں کی انکی خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے" ایک دوسری جگہ



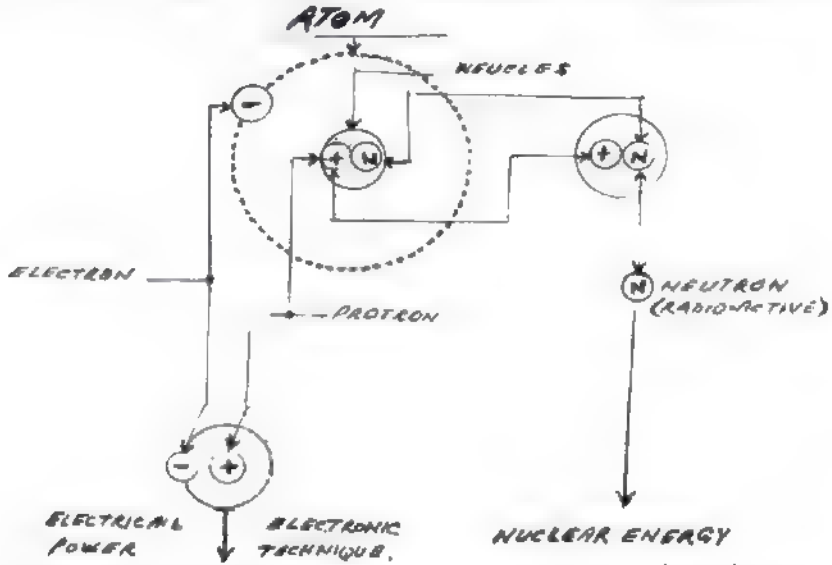
لیا جاتا ہے۔
برقی قوت کی روانی (ELECTRICITY) میں منفی ذرات (ELECTRON) کا عمل خاص ہے لیکن ان کی رفتار روانی تاروں کے اندر تک محدود ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حضرت انسان نے ان منفی ذرات کو تاروں

سورہ 51 آیت 49 میں ہے کہ "اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں (نر و مادہ) تاکہ تم نصیحت پکڑو"۔
اب اگر یہ دو مختلف قسموں کے ذرات براہ راست آپس میں اچانک مل جائیں تو اس فوری تصادم سے ایک زور کی آواز کے ساتھ شعلہ پیدا ہوگا۔ اور یہ دونوں ذرات



وجود میں آگئی۔ بعد میں اٹلی کے ایک فوجوان مارکونی (MARCONI) نے ان ریڈیائی لہروں (RADIO WAVES) کی مدد سے سب سے پہلے بغیر تار برقی (WIRELESS) کی صورت میں ترسیل اور خبر رسانی کے کام کا اہتمام و انتظام کیا۔ بعد میں انہی ریڈیائی لہروں کے ذریعے دنیا کی تمام ریاستوں میں باضابطہ نشر و اشاعت

سے جدا کرنے کی کوشش کی تو یہ ایک دم آزاد ہو کر بڑی عورت کے ساتھ کھلی فضا اور خلا تک لہری ارتعاش (RADIATION) کی شکل میں پھیلنے چلے گئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا عملی تجربہ ایک جرمن نژاد ہرٹز (HERTZ) نے اپنے ایک خاص آلہ کے ذریعے کیا جو بہت کامیاب رہا۔ خاکہ نمبر 2 ملاحظہ فرمائیے۔ برقی ارتعاش کے انکشاف کے بعد مزید تجربات کے نتیجے میں ایک مکمل ریڈیائی لہروں کی صورت



برقی قوت اور کارآمد ترقیاتی فن

- (1) برقی اور برقیاتی گھریلو لوازمات و ضروریات (2) ریڈیو
- ٹی وی (3) وائرلس (4) راڈار (5) کمپیوٹر (6) برقیاتی
- مواسلا (7) ہوائی جہاز (8) بحری جہاز (9) سیٹلائٹ
- (10) اکیڈوز کشتیاں (11) برقیاتی علاج و معالجہ کے
- آلات و مشینیں (12) فرنیچر اور ایئر کنڈیشنر، صنعتی کارخانوں
- میں بڑی بڑی برقی موٹریں۔ فیکس، ٹیلی فونی مواسلا
- وغیرہ وغیرہ۔

“B”

ایٹمی قوت کا کارآمد استعمال

- (1) بڑے بڑے برقی جنریٹر (2) آب رسانی کے لیے
- بھاری مشینیں (3) بڑے بڑے مال بردار بحری جہاز
- (4) اکیڈوز کشتیاں (5) برقی ریلوے ٹرین اور مال گاڑیاں
- (6) بھاری صنعتی مشینیں (7) ایکس رے اور برقیاتی
- علاج و معالجہ کے آلات (8) ہوائی جہاز (9) بھاری
- مال بردار کے ٹرک (10) دفاعی راکٹ و میزائل
- (11) اور خلائی جہاز وغیرہ وغیرہ۔

“A”

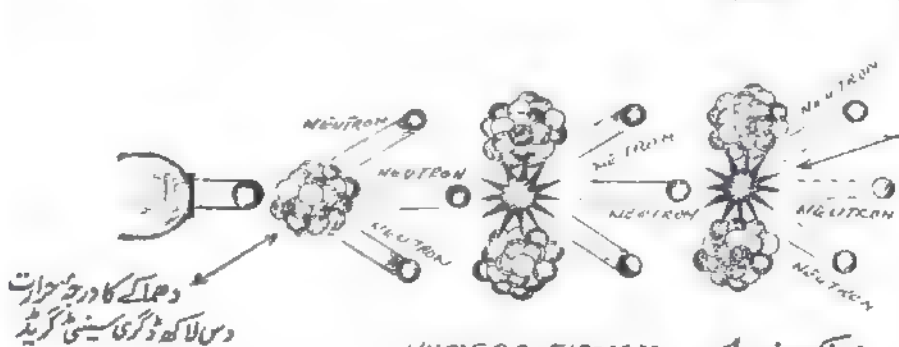
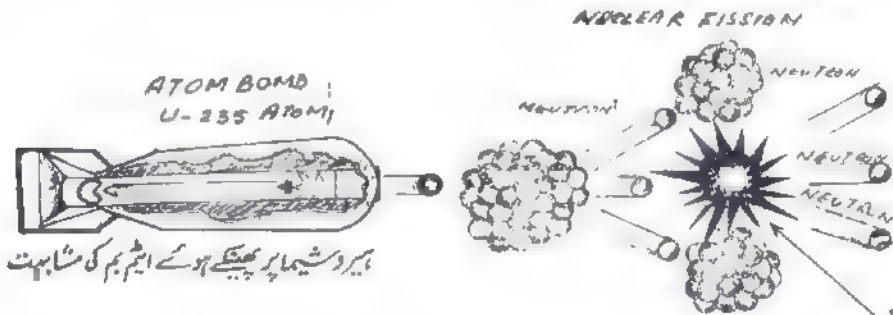
خاکہ نمبر 3



قوانین پوشیدہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یورینیم کے ایک واحد ایٹم میں ان نیوٹرون کو پہلی حرکت یا جنبش یا ان کو بھڑکانے کا کوئی موثر طریقہ کار ہونا ضروری ہے۔ جس کے ذریعے ان کی سوئی ہوئی بھرپور قوت یکدم بیدار ہو کر اچانک بھڑک اٹھے۔ جس کے نتیجے میں ان کا اپنا تعمیری یا تخریبی کردار شروع ہو جائے۔ بلاشبہ کسی محرک آلہ کار کے ذریعے ان نیوٹرون کو اچانک متزلزل کیا جاتا ہے اور اسی لمحہ ان میں بے پناہ طوفانی لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ ایٹم کے اندر لاکھوں 'ارہوں' نیوٹرونوں کو یکے بعد دیگرے انتہائی سرعت کے ساتھ پھاڑنے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کی گردش رفتار کا عالم تقریباً ڈیڑھ لاکھ میل فی سیکنڈ ہوتا ہے۔ اس صورت حال کو سائنسدان اپنی زبان میں اشفاق یا نیوکلیر فشن (NUCLEAR FISSION) کہتے ہیں۔

کا سلسلہ رائج ہوتا گیا۔ سائنسی اور فنی علوم میں اس "خاص کار عمل" کو برقیات (ELECTRONICS) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ فن برقیات کے ذریعہ اس وقت لاکھوں مختلف برقیاتی مشینیں اور آلات ساری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔

اب ہم آپ کی توجہ خاکہ نمبر 3 "A" کی جانب لاتے ہیں۔ اس خاکے میں ایٹم کے مرکزی حصے یعنی نیوکلیس (NUCLEUS) میں دو ذرات دکھائے گئے ہیں۔ ایک پروٹون اور دوسرا نیوٹرون۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یورینیم ایٹم میں سب سے زیادہ سالمی تعداد ہوتی ہے۔ یعنی 92 پروٹون اور 146 نیوٹرون۔ یہ سمجھئے کہ ان کثیر تعداد نیوٹرون کے عمل اور رد عمل کے نتیجے میں جوہری



خاکہ نمبر 4
نیوکلیائی فشن (اشفاق)
NUCLEAR FISSION

تقریباً 1000000 ڈگری سینٹی گریڈ کا حرارتی سطح



تابکاری کے مہلک اثرات کی وجہ سے مختلف امراض کی خفا ہو ہو کر موت کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ اس بم کا وزن 9000 پونڈ تھا اور اس کی لمبائی 10 فٹ تھی۔ جاپان کے دوسرے شہر ناگا ساکی میں بھی اسی طرح کا دوسرا بم پھینکا گیا تھا اور وہاں بھی اسی طرح کی تباہ کاریاں برپا ہوئیں۔

برطانیہ میں پہلا آزمائشی "ایٹمی دھماکہ" 1952ء میں کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے روس میں 1949ء میں بطور آزمائش و امتحان ایٹمی دھماکہ کیا گیا۔ امریکہ میں تو بہت پہلے ہی کئی "ایٹمی دھماکے" ہوتے رہے ہیں۔ اگرچہ موجودہ کئی ترقی پذیر اور ترقی پسند ممالک میں "ایٹم بم" تیار ہو چکے ہیں۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جنگ کی فضا میں بیوقوف پانے والا "ایٹم برائے امن" اب عوام کی بہبودی اور ملکنے قوم کی خوشحالی اور ترقیاتی منصوبوں میں "ایٹم برائے سلامتی اور ترقی" ثابت ہو رہا ہے۔

میں اپنے دشمنوں کا کس قدر مہولہ منت ہوں کہ ان کے شر سے کیا کیا خیر کے پہلو نکلتے ہیں جو ہری توانائی کو کار آمد اور مفید بنانے کے لیے اس کی تخلیق و پیداواری پھر "رکھ رکھاؤ" کا سلسلہ "ایٹم بم" بنانے سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ آپ غور فرمائیے۔ ایک بے پناہ اور لامحدود قوت کا پیدا کرنا اور اسی لمحہ ہی کی صورت میں اس قوت کو اڑا دینا تو آسان ہے۔ لیکن اس بے قابو طاقت و قوت کو قابو میں رکھنا اور اپنے طریقے پر استعمال کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ اس کے لیے بہت محفوظ جگہ کا ہونا اور متعلق خاص لوازمات اور سامان کا تابکاری اثرات سے محفوظ رکھنا بہت لازمی ہے۔ اس میں بہت کثیر رقم اور انتہائی ماہرین کا رکن کی رہنمائی اور اس کی استنادانہ خدمات کی ضرورت درکار ہوتی ہے۔

لاحظہ فرمائیے خاکہ نمبر 4۔ اشتقاق کے اس سلسلہ عمل کے نتیجے میں بے پناہ قیامت خیز حرارت پیدا ہو ہو کر پھیلی چلی جاتی ہے۔ اس حشر برپا صورت حال کو عرف عام میں "ایٹمی دھماکہ" (ATOMIC EXPLOSION) کہتے ہیں۔ اس دھماکہ کے ساتھ ہی تابکاری (RADIOACTIVITY) کے انتہائی مہلک اثرات کا پھیلاؤ ہوتا ہے جو لاکھوں برسوں تک برابر جاری و ساری رہتا ہے۔ نیوٹرون کے اس طرح برق رفتاری کے ساتھ بھڑکنے اور پھٹنے کی وجہ سے بے انتہا حرارت اور گرمی کی شدت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں سورہ 92 میں ہے کہ "دنیا بھی ہمارے قبضہ میں ہے اور آخرت بھی سو میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے" آئیے اب ذرا اس کی غارت گرمی اور ہلاکت خیزی پر بہ صورت "ایٹم بم" روشنی ڈالتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں، اگست 1945ء میں جاپان کے شہر ہیروشیما کی گنجان آبادی اور پرہجوم لوگوں کے علاقے میں صبح سویرے دو ہزار فٹ کی بلندی سے جو ایٹم بم گرایا گیا تھا اس کے گرنے ہی آن واحد میں تقریباً 80000 لوگ ہلاک 37000 لوگ مجروح اور 10,000 لوگ لاپتہ ہو گئے تھے۔ تقریباً 42 میل مربع زمین قطعی طور پر خاکستر ہو کر ایک بھیاںک غار کی صورت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ جو لوگ اس متاثرہ علاقے سے میلوں دور بستے تھے ان میں ہزاروں افراد تابکاری (RADIO ACTIVITY) اثرات کی زد میں آکر مر گئے اور ہزاروں لوگ لاعلاج مرض میں مبتلا ہو کر اب تک اپنا بچ کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ متاثرہ علاقے کے ارد گرد اب بھی جو بچے پیدا ہوئے ہیں ان کی شکل میں شبہا بہت اور جسمانی ساخت میں ایک بھیاںک اور مکروہ قسم کی بد نمائی اور عیب داری ظاہر ہوتی ہے۔ تابکاری سے متاثرہ سایے علاقے کی دور دراز تک کی زمین بھی اپنی زرخیزی اور پیداواری کی خاصیت سے محروم ہو چکی ہے اور اب تک اکثر لوگ

نہ سمجھو گے تو مرٹ جاؤ گے

- ★ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی آخرت میں جواب دہی کا باعث ہوگی۔ اس لیے ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس پر عمل کرے۔
- ★ حصول علم کا بنیادی مقصد انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہے۔ معیشت کا حصول ایک ضمنی بات ہے۔
- ★ اسلام میں دینی علم اور دنیاوی علم کی کوئی تقسیم نہیں ہے، ہر وہ علم جو مذکورہ مقاصد کو پورا کرے، اس کا اختیار کرنا لازمی ہے، مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ دینی اور عصری تعلیم میں تفریق کے بغیر ہر مفید علم کو ممکن حد تک حاصل کریں۔ انگریزی اسکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام گھروں پر مسجد یا خود اسکول میں کریں۔ اسی طرح دینی درسگاہوں میں پڑھنے والے بچوں کو جدید علوم سے واقف کرانے کا انتظام کریں۔
- ★ مسلمانوں کے جس محلہ میں مسجد، مکتب، مدرسہ یا اسکول نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کی کوشش ہونی چاہیے۔
- ★ مسجدوں کو قیامت صلاۃ کے ساتھ ابتدائی تعلیم کا مرکز بنایا جائے۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ دینی تعلیم، اردو اور حساب کی تعلیم دی جائے۔
- ★ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچے کے لالچ میں اپنے بچوں کو تعلیم سے پہلے کام پر نہ لگائیں، ایسا کرنا ان کے ساتھ ظلم ہے۔
- ★ جگہ جگہ تعلیم بالغاں کے مراکز قائم کیے جائیں اور عمومی خواندگی کی تحریک چلائی جائے۔
- ★ جن آبادیوں میں یا ان کے قریب اسکول نہ ہو وہاں حکومت کے دفاتر سے اسکول کھولنے کا مطالبہ کیا جائے۔

(منجانب)

- 1۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب (دکنھٹو) 2۔ مولانا سید کلب صادق صاحب (دکنھٹو) 3۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب (اعظم گڑھ) 4۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (پھلواڑی شریف) 5۔ مفتی منظور احمد صاحب (کانپور) 6۔ مفتی محبوب الشرفی صاحب (کانپور) 7۔ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (دیوبند) 8۔ مولانا مرغوب الرحمن صاحب (دیوبند) 9۔ مولانا عبد اللہ اجاروی صاحب (میرٹھ) 10۔ مولانا محمد سعید عالم قاسمی صاحب (علی گڑھ) 11۔ مولانا نجیب اللہ ندوی صاحب (اعظم گڑھ) 12۔ مولانا کاظم نقوی صاحب (دکنھٹو) 13۔ مولانا مقتدا احسن ازہری صاحب (بنارس) 14۔ مولانا محمد رفیق قاسمی صاحب (دہلی) 15۔ مفتی محمد ظفر الدین صاحب (دیوبند) 16۔ مولانا توصیف رضا صاحب (بریلی) 17۔ مولانا محمد صدیق صاحب (بھٹنورا) 18۔ مولانا نظام الدین صاحب (پھلواڑی شریف) 19۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب (علی گڑھ) 20۔ مفتی محمد عبد القیوم صاحب (علی گڑھ)

ہم مسلمانان ہند سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ تجاویز پر اخلاص، جذبہ، تنظیم اور محنت کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور ہر اس ادارہ، افراد اور انجمنوں سے تعاون کریں جو مسلمانوں میں تعلیم کے فروغ اور ان کی فلاح کے لیے کوشش کر رہے ہیں



قرآن اور علم جنینیات

ڈاکٹر عبدالمعز شمس

پوسٹ بکس 888 مکہ مکرمہ

مختلف مقامات پر اس کی تین حالتیں بیان ہوئی ہیں:

1. مردانہ نطفہ

2. زنانہ نطفہ

3. زنانہ و مردانہ نطفہ کا مخلوط جسے قرآن میں نطفۃ الاثنیٰ

کہا گیا ہے

(ب) علقہ:

جس کے معنی میں ایک دوسرے سے جڑے اور جم مار

سے چپکے جس کی وضاحت IMPLANTATION کے مراحل میں ملتی ہے۔

(ج) مضغہ:

اس کے ادبی معنی ہیں "گوشت کا ٹکڑا جسے خوب

چبایا گیا ہو" یہ علوم جنینیات کے SOMITE STAGE کے عین مطابق ہے۔

قرآن میں مضغہ دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے:

(1) مضغہ مخلقہ اور (2) مضغہ غیر مخلقہ

جنینیات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی

ہے کہ مضغہ مخلقہ والے مرحلے میں اعضا کی تخلیق ہوتی ہے

اور غیر مخلقہ کی حالت میں اسقاطِ الحمل ہو جاتا ہے۔

جنینیات میں مضغہ مخلقہ کے مرحلے کو

ORGANOGENESIS کہتے ہیں اور اسی میں

خلیوں کا فرق اور امتیاز شروع ہوتا ہے۔

(د) مضغہ سے مراد بیڑیوں کی ساخت اور ان پر گوشت

پڑھنے کا عمل۔

قرآن کریم میں واضح ہے کہ مضغہ بیڑیوں میں تبدیل ہو جاتا

ہے اور پھر وہ گوشت سے ڈھک جاتا ہے۔ یہی تصور آج کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَظْفًا

فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ

حَاقَمْنَا السُّكْمَةَ عَلَقَةً

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا

فَكُسُوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ

فَتَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ

الْخَالِقِينَ ۝

ایچھا کار بیگر۔

(سورہ المؤمنون 12-14)

علم جنینیات (EMBRYOLOGY) سے تعلق

رکھنے والی متعدد آیات قرآن میں مختلف مقامات پر نازل

ہوئی ہیں اور تخلیقِ انسانی کے سلسلے کے باریک سے باریک

تکثوت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعے بنی نوعِ انسانی

تک پہنچایا ہے۔ مذکورہ آیات مبارکہ میں نہایت وضاحت

کے ساتھ انسانی تشکیل کا ذکر آج سے چودہ سو سال قبل

آچکا ہے لیکن عقلِ انسانی پر صدیوں پر دے پڑے ہیں۔

گزشتہ دو صدیوں میں بعض تحقیقات کے بعد حقائقِ عین

قرآن کریم کی وضاحتوں کے مطابق سامنے آئے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ پر اگر غور کریں تو ان میں نئی

اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے:

(الف) نطفہ:

جس کے لغوی معنی "رطوبت کا قطرہ" ہیں۔ قرآن کریم میں



تھی اور حیض کے خون کو تو تھمرے کی شکل اختیار کر نے میں اس کے قول کے مطابق مردانہ منی کی حیثیت وہی ہے جیسے دو دھریں دہی کی تھوڑی مقدار ملا کر دہی یا پیرتیا رکیا جاتا ہے۔ ارسطو کے علم و دانش، فہم و ذکا اور معلومات کا دبدبہ اور رعب اس قدر تھا کہ صدیوں کس نے اس مفروضہ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
آج سے چودہ سو سال قبل ارسطو کے مفروضہ کے لیے آیات قرآنی اور رسول اکرم کے کلمات ایک حسیلنج ثابت ہوئے۔

سورة الدھر میں اللہ فرماتا ہے :
إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِن نُّطْفَةٍ امْتِسَاجٍ
بَنَيْنَاهُ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا
(سورة الدھر: 2)
ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔

ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان سے جب مندرجہ بالا آیت کی تشریح دریافت کی گئی تو فرمایا ”نطفۃ الامشاج“ مرد و عورت کے مخلوط سیال کو کہتے ہیں جو مختلف ارتقائی مراحل سے گزرتے ہیں (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر) کوئی بھی مفسر اس نکتہ سے اختلاف نہیں کرتا اور سبھی متفق ہیں۔ لیکن ارسطو کے علم کا دبدبہ اتنا تھا کہ سوائے مسلم فلسفی اور سائنسدانوں کے کوئی ماننے کو تیار نہ تھا ابن الیقیم (تیرھویں صدی) ابن حجر عسقلانی (چودھویں صدی) نے بھی اپنی کتابوں میں اسی طرح کا ذکر کیا ہے۔

قرون وسطیٰ میں قرآن اور احادیث کے ذریعہ نئے انسانی خاص کر جنینیات کے موضوع پر حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں۔ کیسٹھ مور (KEITH MOORE) نے اپنی کتاب THE DEVELOPING HUMAN میں پہلی بار

دوہیں علم جنینیات کا بھی ہے جس میں دو مرحلوں کا ذکر ہے۔
(1) SCLEROTOME جہاں نظام اعصاب شروع ہوتا ہے۔

(2) MYOTOME جہاں نظام عضلہ شروع ہوتا ہے۔
نظام اعصاب کے بعد ہی نظام عضلہ شروع ہوتا ہے یعنی ہڈیوں کے تیار ہونے ہی اس پر گوشت کے پٹھے چڑھنے لگتے ہیں۔

انسانی جنین (HUMAN EMBRYO) کے آسان سے پیچیدہ مختلف مراحل کا تصور آج کے دور کے انسان کے لیے بالکل نیا انکشاف ہے جسے سب سے پہلے ولف (WOLFF) نے 1839ء میں تحریر کیا۔ قرآن کریم، احادیث اور تفاسیر نے اس تصور کو نزول قرآن کے بعد ہی پیش کیا تھا۔ جو اب سائنسی طور پر تفتیش اور تحقیق کے بعد منظر عام پر آیا ہے تقریباً 1300 سال اس جامع کلام کے موجود ہونے ہوئے بھی انسان تاریکیوں میں گم رہا۔

آئیں قرآن کریم کے نزول کے وقت سے اب تک جنینیات کے مفروضات اور انسانی معلومات پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں۔

ارسطو (84-322 ق م) نے سب سے پہلے موضوع جنینیات پر اور جنین کے نشوونما پر مقالہ لکھا تھا اس کے دور میں بھی دو نظریات موجود تھے۔

(1) مردانہ منی یا زائیدہ رطوبت میں پہلے سے (PRE-FORMED) ایک چھوٹی مخلوق (MINIATURE CREATURE) موجود ہوتی ہے جو عورت کے رحم میں نشوونما پاتی ہے۔

(2) حقیقی تخلیق حیض کے خون سے ہوتی ہے۔
ارسطو کا نظریہ بھی آخرا لڈ کر مفروضہ سے موافقت رکھتا تھا اور بقول اس کے مرد کی منی کی اہمیت محدود



کی۔ اس کے بعد وان بیڈن (VON BEDEN) (1883) نے نرو مادہ خلیہ میں کروموزوم (CHROMOSOME) کی تعداد یکساں ہونے کو ثابت کیا۔
ملاحظہ فرمائیں قرآن و احادیث میں یہ بات نہایت واضح ہے کہ

(1) انسانی جنین کی ساخت میں نرو مادہ برابر کے حصہ دار ہیں۔

(2) انسانی جنین پہلے سے تیار شدہ نہیں ہوتا بلکہ مختلف مراحل سے گزر کر ہی تیار ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن پاک صحیح اور مکمل دھنگ سے سمجھنے اور اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فلگنڈ امیں "سائنس" کے تقسیم کار

ابن عوری

مولانا محمد علی جوہر اسٹریٹ، فلگنڈا۔ اے پی ۵۰۸۰۱

قرآنی انکشافات کے مطابق بعض حقائق قلمبند کیے ہیں۔
اٹھارھویں صدی تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ تخم میں ہی انسان کی شکل موجود ہوتی ہے جو مرد کی منی کی تحریک کا محتاج ہوتا ہے لیکن ولف نے اسے غلط بتایا۔ اس نے تخم میں خلیہ کا تصویر پیش کیا اور بتایا کہ بتدریج مختلف مراحل سے گزر کر جنین (EMBRYO) وجود میں آتا ہے جسے EPIGENESIS کہتے ہیں۔

پینڈر (PANDER) نے 1817ء میں چوزے کی تین ابتدائی GERM LAYERS کی وضاحت کی جسے وان بیئر (VON BAER) 37 - 1829 نے دوسرے جانوروں کی تخلیق میں بھی واضح کیا۔ وہ بابائے جدید علوم جنینیات مانا جاتا ہے۔

شلائڈن اور شوان (SCHLEIDEN & SCHWANN) نے 1839ء میں سب سے پہلے اصول خلیہ کا تصور پیش کیا جس کے تقریباً 20 سال بعد تخم (OVA) اور منی (SPERM) بھی خلیے کی حیثیت سے جانے جانے لگے۔
ہرٹ وگ (HERTWIG) (1875) پہلا شخص تھا جس نے سائنسی نقطہ نظر سے تخم ریزی کی وضاحت

فونٹ : 325 4013

فیشن بازار

110006

1350 بازار چیتلی قبر، دہلی

جدید فیشن کے بہترین وعدہ

ریڈی میڈ لیڈیز سوٹ و بابا سوٹ

کے لیے واحد مرکز

جہاں آپ ایک مرتبہ آکر بار بار تشریف لائیں گے



حق کی تلاش

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

کر سکو اور حساب کر لو۔ خدا نے یہ پیدا نہیں کیا مگر ساتھ حقیقت کے۔ ان اشاروں کو علم والی قوم کے فائدے کے لیے کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں۔

ان آیات پر اور ان کا مخاطب کون ہے اس بات پر غور کرنے سے پہلے اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ پروردگار نے اپنی تخلیقات کو برحق بتاتے ہوئے ان کی طرف انسان کی توجہ کیوں مبذول کرائی ہے۔ اہل ایمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ، قرآن حکیم، انبیاء کرام، قیامت اور موت پر یقین رکھیں۔ چونکہ یہ ایمان کا جز ہیں، لہذا ان پر یقین تو اہل قرآن کو ہو گا ہی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ اس جانب کھینچ رہا ہے کہ جہاں اگر وہ غور و فکر اور عمل کریں گے تو ان کا ایمان مضبوط اور یقین کامل ہو گا۔ خالق کے تئیں ان کی بیعت و محبت بھی بڑھے گی، ساتھ ہی اس کی عظمت اور ہیبت اس طرح دل نشین ہو گی کہ وہ اس کی حکم عدولی کی جرأت بھی نہ کریں گے۔ جس دل میں اس انداز سے ایمان جاگزیں ہو جائے گا اس پر شیطان مردود کا کیا زور چلے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انجام بد سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جن آیات میں اپنی تخلیقات کا ذکر کیا ہے وہاں خطاب اس قوم سے ہے جو فکر رکھتی ہے (لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ)۔ علم رکھتی ہے (لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ) عقل رکھتی ہے (لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ)۔ یقین رکھتی ہے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔ نعمتوں کا رضاء الہی کے مطابق استعمال کرتی ہے یعنی حقیقی شکر کرتی ہے (لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ)۔ (حق کو) سننے کی صلاحیت رکھتی ہے (لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ)۔ (علماء اللہ سبحانہ تعالیٰ کی

کلام پاک میں کن چیزوں کو حق یعنی سچائی کہا گیا ہے اور ان میں سے کس پر کتنی تاکید کی گئی ہے، اس بات کا جائزہ لیں تو ایک نہایت قابل توجہ حقیقت سامنے آتی ہے۔ حق کا استعمال اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بارے میں تین جگہ اور قرآن حکیم کے بارے میں دس جگہ ہے۔ ایک جگہ انبیاء کو حق کہا گیا ہے۔ ایک جگہ قیامت کے وزن کو حق کہا ہے (وَالْوِزَنُ يَوْمَئِذٍ بِالْحَقِّ) نیز ایک مقام پر موت کے شے (سَكْرَتُ الْأَعْوَتِ) کو برحق کہا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام مواضع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور غلاتی کو حق بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں تیس (30) سے بھی زیادہ مقامات پر پروردگار عالم نے اس کائنات اور اس میں پھیلی ہوئی اپنی تخلیقات کو حق یعنی سچائی بتایا ہے۔ مثلاً

- (1) خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ مِّنِيۦنٍ ۝ ۳۹
- ترجمہ: اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے بڑا اشارہ ہے۔
- (2) مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَأَجَلٍ مُّسَدَّدٍ ۚ ۴۶
- ترجمہ: ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر سچائی کے ساتھ اور ایک وقت مقررہ تک۔
- (3) هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ يَتَعَلَّقُونَ عِندَ الشَّيْثِ وَالْجَبَابِ ۖ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ ۱۵
- ترجمہ: اور وہ خدا ہے جس نے سورج کو شعلہ بنا دیا ہے اور چاند کو نور اور اس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سنوں کی گنتی



اس انداز کے ارشاد پاک ہم کو قرآن پاک میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ ایک طرف رب العالمین اپنی تخلیقات کا ذکر کر کے ہم کو انھیں دیکھنے، سمجھنے، ان پر غور و فکر کرنے اور ان کا ادراک حاصل کرنے کے واسطے یہ ہم عمل کرنے کا حکم دے رہا ہے تو دوسری طرف ہم اگرچہ زبان سے تو انکار نہیں کرتے کہ یہ سب اس نے عبث بنایا ہے۔ تاہم ان عظیم الشان اور جبر العقل تخلیقات کی طرف سے بے اتفاقی برت کر کے ان پر توجہ نہ دے کر، ان کی کارکردگی اور تخلیق کو سمجھنے کی کوشش نہ کر کے علماء اس سے انکار کرتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جو لوگ اس کائنات کو، فطرت کو بالکل سمجھتے ہیں، قرآن کریم ان کو کافر قرار دیتا ہے اور ان کے جہنمی ہونے کا اعلان کرتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا
ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا هَٰ فَتَوَلَّوْا ثُمَّ لَا يَرْجِعُونَ
كَفَرُوا مِنَ النَّارِ (38)

ترجمہ: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، جھوٹ نہیں پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا کمان ہے جو کافر ہیں، توحیف ہے کہ ان کافروں کو جہنم ہوگا۔
افسوس کا مقام ہے کہ ہم زبان سے تو کفر نہیں کرتے تاہم عملاً اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی تعمیل نہ کر کے ”صحیفہ فطرت“ کی طرف سے غافل ہو چکے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہم کو ہر قسم کے کفر، شیطان کے بہکاوے اور جہنم سے محفوظ رکھے (آمین)

ناندیٹر وگورد و نواح میں
ماہنامہ ”سائنس“ کے تقسیم کار
النور بک امبجیسی
مشتاق پورہ۔ نانڈیٹر۔ 431602

مکمل عظمت پر) ایمان رکھتا ہے (لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ) قدرت کے کارخانے میں سرگرم عمل ہے (لِقَوْمٍ يَعْمَلُونَ) مستقل مزاج، معنی اور قدر دان ہے (يَكُلُّ حَبَّبًا وَسَكُورًا) نیز اللہ کے عذاب سے خوفزدہ ہے محتاط ہے (لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْبَاطِلَ حَقُّهُ لِيُنْزِلَ إِلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ 44
ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے کھیلنے کھیلنے نہیں بنایا۔ ہم نے ان کو نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے۔ لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

گویا اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے کھیل کھلاڑ میں نہیں بنایا بلکہ نہایت سچے اصولوں اور ضوابط کی بنیاد پر یہ پورا نظام قائم کیا ہے۔ یہ کس خوبصورتی اور حسن ترتیب سے قائم کیا گیا ہے اس کو سمجھنے کے لیے تو اس کا علم حاصل کرنا ہی لازمی ہے تاہم خالق کائنات نے کیا خوب کہا ہے کہ اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔ یہ انسان کی بے حسی اور ناشکری کے تیش اللہ تعالیٰ کا شکوہ بھی ہے اور ایک حقیقت بھی۔

کفر کے معنی انکار کے ہیں۔ انکار دو طرح سے کیا جاسکتا ہے یا تو زبان سے باقاعدہ اعلان کر کے یا عملاً منکر ہو کر۔
اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ کائنات جس طرح پیدا فرمائی ہے وہ اس کی تخلیق کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اپنی تخلیق پر اسے بجا خود ہے حیرا اظہار اس نے یوں کیا ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِإِيدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ
وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهَيَّوْنَةُ (51)
ترجمہ: اور اس آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور ہم ضرور بڑی وسیع طاقت رکھنے والے ہیں اور اس زمین کو ہم نے خود فرش کیا، تو دیکھو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔



زیتون

راشد حسین
ہمالیہ ڈرگ کمپنی، نئی دہلی

اُپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا
بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے
پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے
اور اس کے پکھنے کو، ان چیزوں
میں نشانیاں ہیں ایمان والوں
کے لیے۔

اُگاتا ہوں تمہارے واسطے اس
سے کھیتی اور زیون اور سحوریں
اور انکور اور ہر قسم کے میوے
اس میں البتہ نشانی ہے ان
لوگوں کے لیے جو غزا کرتے ہیں۔

أَغَابَ وَالزُّيُوتَ وَ
الرَّمَاتَ مَشْتَبِهًا وَغَيْرَ
مُتَشَابِهٍ انْطَرُقَ إِلَى
نَصْرِهِ إِذَا انْصَرَفَ فِيهِ
إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يُمْنُونَ ○

(سورة الانعام: 99)

يُنَكِّتُكُمْ بِهِ الرَّع
وَالرَّيْثُونَ وَالشَّجِيلَ
وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُنْ
الشَّجَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ
(سورة النحل: 11)

اللہ تعالیٰ نے قراک کریم میں سات جگہ زیتون کا ذکر کیا ہے۔ پہلی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نور کی مثال میں ایک ایسے چراغ کو بیان کرتے ہیں جس کے اوپر قندیل چڑھ سی ہو۔ چراغ کی روشنی سے یہ قندیل ستاروں کی مانند چمکتی ہے۔ اس چراغ کو روشنی کے لیے توانائی زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ النعام کی آیت میں پھلوں کے پکھنکے
فلسفہ پر روشنی ڈالی ہے۔ سورۃ النحل کی گیارھویں
آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور کھجور کے پھلوں کے ساتھ
دوسرے پھلوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ
وہ لوگ جو فکر و دانش رکھتے ہیں ان کے لیے اس عمل میں
بہت سی مفید نشانیاں پنپاں کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح چار

اللہ روشنی ہے اسما نوں کی
اور زمین کی، مثال اس کی روشنی
کی جیسے ایک طاق اس میں ہو
ایک چراغ، وہ چراغ دھرا ہو
ایک شیشین، وہ شیشہ ہے
جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا تیل
جلتا ہے اس میں ایک برکت
کے درخت کا، وہ زیتون ہے
نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ
مغرب کی طرف، قریب ہے
اس کا تیل کہ روشن ہو جائے،
اگرچہ رنگی ہو اس میں آگ، روشنی
پر روشنی، اللہ راہ دکھلا دیتا
ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے
اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں
تو گوں کے واسطے اور اللہ سب
چیز کو جانتا ہے۔

اور اسی نے انار آسمان سے پانی
چھڑکالی ہم اس سے گئے والی
ہر چیز چھڑکالی اس میں سے ہر
کھیتی جس سے ہم نکاتے ہیں
ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور
کے کا بیج میں سے پھل کے گچھے
جھکے ہوئے اور باغ انگور کے
اور زیتون کے اور انار کے

اللَّهُ نُورٌ اسْمُوتِ
 وَالْأَرْضُ مِثْلُ نُورِهِ
 تَمْشُكُونَ فِيهَا مَصْبَاحُ
 الْمَصْبَاحِ فِي زُجَاجَةٍ
 الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ
 دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ
 شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ
 لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ
 يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ
 لَمْ تَمْسَسْهُ نَارُ
 نُورٍ عَلَى نُورٍ يَهْدِي
 اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ
 وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
 لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ
 شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

(سورہ النور۔ آیت 35)

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا
بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ
فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ
خَمِيرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا
مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ
مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
رَاسَةٌ وَخَمِثٌ مَرَجٌ



جگہ اور زیتون کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ جہاں کہیں کسی اچھی فصل کا تذکرہ ہوا، زیتون ضرور شامل ہوا۔ اللہ نے دوسرے پھلوں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن وہ سب خوش ذائقہ ہیں جیسے کھجور، انگور اور انار وغیرہ۔ یعنی یہ سب پھل ایسے ہیں کہ کوئی ان کی طرف توجہ نہ بھی دلائے تو بھی کوئی ان میں دلچسپی ضرور لے گا۔ مگر زیتون کا ذائقہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی اس سے رغبت محسوس کرے۔ تو ظاہر ہے اس کی جانب بار بار توجہ کروانے کی ضرورت اور اس کے

عام فہم نام :	زیتون
ناتاتی نام :	<i>Olea europaea</i>
فیملی :	OLEACEAE
انگریزی نام :	OLIVE
فارسی نام :	زیت
عربی نام :	دہن الزیت
اردو/ہندی نام :	زیتون

زیتون کی ڈال اور پھل

زیتون کے تنیل کو کھاؤ اور اس سے جسم کی مالش کرو۔ کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔

اس قسم کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں زیتون کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مؤرخین کی رائے میں زیتون کا درخت تاریخ کا ایک قدیم ترین پودا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 3500 سال قبل مسیح میں باقاعدہ کریٹ (CRETE)

شہر میں اس کو اگایا گیا۔ 2000 قبل مسیح میں یہ فونیسیا (PHOENICIA) اور شام میں پایا جاتا تھا۔ مصری نقاب

خواتن کے بارے میں روشنی دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پھل ذائقہ کے لیے نہیں بلکہ خواتن کے لیے ہے۔ خواتن بھی ایسے جن کو ہم آج تک پوری طرح شاید نہ سمجھ پائے ہیں اور ان میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو اتنی اہمیت دی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہمیت کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ حضرت اسید الانصاریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کلوا الزيت وادھنوا به۔ فانہ من شجرة مبارکة“ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)۔



کثیر تعداد میں جو استعمال ہوتا ہے وہ اس کا تیل ہے یہ زیتون کے پختہ پھلوں کو دبانے پر نکلتا ہے۔ اسی کو ”روغن زیتون“ بھی کہتے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ: زیتون کے پتوں میں اولیوروپائن (OLEOROPINE) اولیسترول (OLEASTEROL) اور لین (LEINE)

حکومت ہند کے ”خور دنی اشیا میں ملاوٹ کی روک تھام“ حکمہ کے قانون کے تحت روغن زیتون کا تجربہ کرنے کے لیے درج ذیل معیار مقرر ہے۔

یونائیرو ریفریکٹو انڈیکس 53-56 کے درمیان
40°C درجہ حرارت پر [ہونا چاہئے۔
سپیسیفکیشن ناپ 185-196 کے درمیان
ایڈوسی ناپ 79-90 کے درمیان
غیر سپیسیفکیشن مادہ 0.1% سے زیادہ نہ ہو
تیزابیت ناپ 6 سے زائد نہ ہو
تیل صاف شفاف اور دھندلا ہٹ سے پاک ہو۔ تلی میں کوئی شے نہیں ہونی چاہئے۔

مرکبات پائے جاتے ہیں۔ روغن زیتون کا خاص ہنزو ادیک ایسڈ ہے جو 70-80% تک ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ قلیل مقدار میں پالمیک ایسڈ، ایسٹرک ایسڈ، لینولک ایسڈ، ایریکٹ ایسڈ اور مائٹر سک ایسڈ پائے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ تیل کشید کرنے کے بعد بھی ایک اور تیل کھلی سے حاصل کیا جاتا ہے جو کہ صابن وغیرہ بنانے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کو سلفر آئل کہتے ہیں۔

سے برآمد ہونے والی اشیا میں زیتون کے تیل سے بھرے ہوئے برتن شامل تھے۔ تو ریت میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ انجیل کے پیدائش باب میں لکھا ہے کہ جب نوحؑ کو اندازہ ہوا کہ طوفان ختم ہو گیا ہے تو انھوں نے فاختہ کو اڑایا۔ فاختہ جب واپس کشتی میں کوئی تو اس کد جو نوحؑ میں زیتون کی تازہ ڈال تھی۔ گویا کشتی والوں کے لیے یہ سلامتی کا پیغام تھا۔ آج بھی جو نوحؑ میں زیتون کی ڈالی لیے ہوئے فاختہ امن و سلامتی کے پیغام کا نشان مانا جاتا ہے۔ مشہور فلسطینی مجاہد رہنما جناب یاسر عرفات نے جب اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کیا تو سب سے پہلی بات یہ کہی کہ ”میں آپ کے پاس زیتون کی ڈالی لے کر آیا ہوں“ اولمپک کھیلوں میں جیتنے والے خوش نصیبوں کے سر پر زیتون کے پتوں کا تاج پہنایا جاتا تھا۔ ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ زیتون کو اللہ نے کتنا عروج عطا کر دیا ہے۔

ماہیت: آجکل زیتون کے درخت ایشیائے کوچک، عرب، رائل، فلسطین، بحر روم کے خطہ، یونان، چرنگال، اسپین، ترکی، اٹلی، شمالی افریقہ اور آسٹریلیا کے جنوبی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں زیتون کا تیل اٹلی اور اسپین سے درآمد ہوتا ہے۔

زیتون کے درخت 8-10 میٹر اونچے ہوتے ہیں تنے پر ہری پھلی چھال ہوتی ہے اور شاخوں پر کھٹے پوتے ہیں۔ پتیاں تقریباً 5 سینٹی میٹر تک لمبی ہوتی ہیں۔ اوپر سے گہری ہری اور نیچے سے خاکستری رنگ کی ہوتی ہیں۔ پھل پلنے پر بہت سخت ہوتے ہیں۔ پھل ہیر کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پھلوں کا رنگ اودا، بھامنی اور دالہ کیلا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیتون کا پھل غذائیت سے بھرپور ہوتے ہوئے بھی زیادہ مقبول نہیں ہے۔ سلاطین کی شکل میں کچے پھل استعمال کیے جاتے ہیں۔ دوا طور پر بھی اس کے پتے استعمال کیے جاتے ہیں لیکن



کاعرق ملا کر مریم کو استعمال کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ لیکن یہ علاج تصدیق شدہ نہیں ہے (وائٹ اعلیٰ) معدے کے زخموں کو ٹھیک کرتا ہے۔ جب گردے ناکام ہو جاتے ہیں تو مریم نائٹروجن سے بری خوراک (NITROGEN FREE DIET) مہیا کرانے میں یہ بہت کام آتا ہے۔ زیتون کے تیل سے بنے ہوئے مرہم زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔

چند افزائش حسن کے نسخے :

ہاتھوں اور جسم کو ملائم رکھنے کے لیے ایک چمچہد میں دو چمچ زیتون کا تیل مل کر لیں۔ گرم صابن کے پانی سے دھو کر تیل شہد کا مکسچر ملیں۔ ایک جوڑا سوتی دستانہ علیحدہ رکھ لیجئے اور روزانہ رات کو مکسچر مل کر پہن لیں۔ دو تین دن میں کھر دراہٹ اور دراڑیں دور ہو جائیں گی۔ ناخنوں کو سخت کرنے کے لیے ہلکے گرم زیتون کے تیل میں 5 منٹ تک ڈوبیں۔ دو چمچ تیل میں تھوڑا سا موم ملا کر پگھلا لیں پھر گرم گرم میں روزمری، بیلا یا جمیلی کے پھول ڈال کر بند کر کے رکھ دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ایک کپ عرق گلاب شامل کر لیں، منہ پر لگانے کا بہت اچھا لوشن تیار ہو جائے گا۔

دو چمچ زیتون کا تیل لے کر اس میں دوانڈوں کی زردی شامل کر کے پھیٹ لیں۔ ایک بیڈ کی مدد سے چہرے پر لگا کر 30 منٹ کے لیے چھوڑ دیں۔ گنگنے پانی میں تھوڑا سا لیموں شامل کر کے اس سے منہ دھو ڈالیں چہرہ صاف شفاف، ملائم اور پرکشش ہو جائے گا۔

جو تو کثیر ہیں ہمارے سول ایجنٹ

عبداللہ نواز اجنبی

فرسٹ برج، لال چوک، سری نگر 190001 کشمیر

افعال و مواقع استعمال :

عام طور سے زیتون کے پتے اوزیل کو استعمال کیا جاتا ہے۔ پتیاں خواص کے اعتبار سے پیشاب آور ہوتی ہیں۔ اگر پتیوں کو پانی میں پکا کر پیاجائے تو بلڈ پریشر میں کمی آتی ہے۔ پیشاب کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے اور پتھر گر دے کے نلکنے میں آسانی ملتی ہے زیتون کے پتوں کا عرق لگانے سے حساسیت سے بیدا پیدا ہونے والے جلدی امراض ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ زیتون کے پتے اُبال کر اُن سے ٹکیاں کرنا منہ اور زبان کے زخموں کو مندمل کر دیتا ہے۔

زیتون کی اصل شہرت کی وجہ سے اس کا بیش قیمتی تیل ہے۔ جسے روغن زیتون بھی کہتے ہیں۔ روغن مزاج کے اعتبار سے گرم اور تر ہے۔ یہ غذا ایت سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس کو بطور سلا دکتا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لوگ باقاعدہ زیتون کا تیل سر پر لگاتے ہیں، ان کے بال جلدی سفید نہیں ہوتے۔ اہلبار نے لکھا ہے کہ اس کی سلائی باقاعدہ آنکھ میں لگانے سے آنکھ کی سرخی کٹ جاتی ہے اور موتیا بند کو کم کرنے میں مفید ہے۔ زیتون کا تیل مالش کرنے سے اعصاب کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ پٹھوں کا درد جاتا رہتا ہے۔ وجع المفاصل (GOUT) اور عرق النساء کو دور کرتا ہے۔ چہرے کو بشاشت دیتا ہے۔ ضعیف اشخاص خصوصاً ضعیف و لاغر بچوں کے بدن پر اس کی مالش کرتے ہیں۔ بدن کی خشکی دور کرنے اور جلدی امراض مثلاً چمبل اور خشک گنج میں لگاتے ہیں۔ 25 گرام تیل کی ایک خوراک لینے سے دائمی قبض میں فائدہ ہوتا ہے۔ زیتون کا تیل خون میں چربی کی مقدار کے توازن کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے کچھ معالج پتے کی پتھر تحلیل کرنے کے لیے زیتون کے تیل میں لیموں



شاہین نظر
سودگی گزٹ، جدہ

اُردو رومن میں

کانا دیا ہے۔ اگر ایک اوزار کی افادیت کسی وجہ سے کم ہوگئی ہے تو اس سے بہتر اوزار ایجاد کیجئے۔ رومن اسکریپٹ اس کے لیے موزوں ترین ہے۔ دیوناگری سے ہماری ذہنی ہم آہنگی نہیں۔ اسے اپنا کر ہم احساس شکست کا شکار ہو سکتے ہیں جبکہ انگریزی پر کیا دشمن، بیکار دوست سب ہیں بوجت کرتے ہیں۔ فی زمانہ یہ کامیابی کی علامت ہے۔ پھر مضمون نگار نے اس کے جو فوائد بتائے ہیں، وہ بہت مضبوط دلیل ہے اسے اپنانے کی۔ کمپیوٹر جو آج ترقی کی کنی راہیں کھول رہا ہے اس کی زبان رومن ہے۔ ہم اپنی زبان کو اس سے ہم آہنگ کر لیں تو ہمارا اپنا دائرہ بھی وسیع ہوگا۔

مضمون نگار نے دنیا کے نو ممالک کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے اس صدی میں۔ بلکہ چھ نے تو اس دہائی میں اپنے اپنے رسم الخط کو چھوڑ کر رومن کو اپنا لیا ہے۔ انسانی سے سب کی سب مسلم ریاستیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کر سکتے ہیں تو ہم کیوں پیچھے رہیں۔

آج ہمارے سامنے جو چیلنج ہے وہ رسم الخط کی بقا کا نہیں ہے۔ اس کی حیثیت تو ثانوی ہے۔ اس سے ہمارا جذباتی رنگا دو اپنی جگہ متحرک حاصل مسئلہ اپنی مذہبی شناخت کو بچانے کا ہے، خاص کر اردو بولنے والے مسلمانوں کی شناخت کیونکہ ہماری مذہبی اور تہذیبی روایات اسی زبان سے جڑی ہیں۔ ہمارا تمام تر ادبی، ثقافتی اور دینی سرمایہ اسی زبان میں موجود ہیں۔ اسے بچانا ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے لوگوں تک پہنچانا ہوگا۔ اور پہنچانے کے آسان سی صورت یہ ہے کہ اسے رومن میں لکھنا شروع کر دیں کیونکہ رسم الخط جانشین والوں کی تعداد دن بہ دن کم ہوتی جا رہی ہے۔

اگست کے شمارے میں محمد نعیم اللہ صاحب کا مضمون بعنوان ”اردو کو کمپیوٹر کی زبان بنائیے“ غور طلب ہے۔ میں نے یہ مضمون بہت دلچسپی سے پڑھا اور دیرینک اس کے بارے میں سوچنا رہا۔ مضمون نگار نے ایک سنگین مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اردو ہندوستانی مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کی زبان ہے اور ان کی شناخت کا ذریعہ بھی۔ اس کی ترقی میں مسلمانوں کی ترقی پنہاں ہے۔ میں نے یہ مضمون پڑھ کر یہاں جدہ میں کئی لوگوں سے اس کا ذکر کیا۔ ایک دو لوگ تو رسم الخط بدلنے کی بات سن کر ہتھ سے اکھڑ گئے اور اسے جہالت کی بات تک کہہ ڈالا۔ کچھ دوسرے لوگ خاموش رہے۔ ایک دو نے سراہا مگر یہ کہہ کر کہ یہ بہت مشکل کام ہے کوئی اسے مانے گا نہیں۔

حالیہ برسوں میں رسم الخط بدلنے کی جتنی بھی تجویزیں آئی ہیں وہ اردو مخالف حلقے۔۔۔ بالفاظ دیگر مسلم دشمن عناصر کی طرف سے آئی ہیں جس کا مقصد اردو کو ختم کرنا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا رہا ہے جبکہ نعیم اللہ صاحب کی تجویز مثبت سوچ کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے جس کا مقصد اردو کو بچانا اور اپنی قوم کو آگے کی طرف لے جانا ہے۔

ہر زمانے میں ریفارم کی ضرورت رہی ہے۔ انسان نئے حالات اور اپنی ضرورتوں کے مطابق اپنی طرز زندگی میں تبدیلی لاتا رہتا ہے۔ اگر خط نستعلیق ہماری نئی کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہے جیسا کہ ہندوستان کے مخصوص سیاسی اور سماجی پس منظر میں محسوس ہو رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے ڈھوٹے رہیں۔ رسم الخط کوئی اللہ کا کلام نہیں کہ اسے بدلائیں یا کٹا ہے۔ یہ محض اظہار کا ذریعہ ہے جسے مضمون نگار نے ”اوزار“



جہاں تک ہمارے علمی اور ادبی سرمایہ کا تعلق ہے اس کے ختم ہو جانے کا ڈر ہے معنی ہے۔ اگر ہم دوسری زبانوں کے ادب کا ترجمہ کر سکتے ہیں تو اپنے ادب کو نئے رسم الخط میں منتقل کیوں نہیں کر سکتے۔ آخر جن ممالک نے پچھلے چند برسوں میں اپنا رسم الخط بدلا ہے ان کے پاس بھی علم و ادب کا ذخیرہ موجود ہوگا۔ انھوں نے یقیناً اسے ترک نہیں کر دیا ہوگا۔

مضمون نگار نے رسم الخط بدلنے کی تجویز بنیادی طور پر مادری زبان میں تعلیم دینے جانے کی ضرورت کے تحت پیش کی ہے۔ ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا

چاہئے۔ اگر اس طرح ہمارے لیے حصول علم کی بہتر صورت نکلتی ہے تو ہمیں اس تکلیف دہ مرحلے سے گزرنا ہوگا۔

نعیم اللہ صاحب نے سٹرل ایشیائی ممالک میں رومن اسکرپٹ اپنائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ معاملہ بھی تازہ ہے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس سلسلے کی مزید تفصیلات بتائیں۔ وہاں رسم الخط بدلنے پر احتجاج بھی ہوا ہوگا۔ کس طرح لوگوں نے اسے قبول کیا۔ اس تبدیلی کا پس منظر کیا تھا۔ کیا سوچ کا رفرماریہ ان تفصیلات سے ہمیں یقیناً روشنی ملے گی۔

تمام تر جذباتیت اور محبت کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ آج کا پڑھا لکھا مسلمان بلکہ خود اردو میں شعر و ادب تخلیق دینے والا ادیب بھی اپنے بچوں کو پہلے انگریزی پڑھواتا ہے اور بعد میں موقع ہوتا ہے تو اردو پڑھواتا ہے یا سرے سے پڑھواتا ہی نہیں اور نامسا عد حالات کا رونا رو کر اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے بری کر لیتا ہے۔ اگر اردو کا رسم الخط رومن ہوگا تو ایسا مسلمان ندامت سے بچ جائے گا۔ اس کی اولادیں بغیر محنت کے اردو جان لیں گی۔ گھر میں بول چال کی زبان تو بہر حال اردو ہے۔ مسئلہ صرف لکھنے کا ہے۔

آج ہندوستان میں ٹیلی ویژن کا بہت زور ہے خاص کر پرائیویٹ ٹی وی چینل کا۔ ان چینل پر جو زبان استعمال ہو رہی ہے وہ اصل اردو ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اردو کا استعمال کرنے والے پروفیشنلز خط و کتابت سے ناواقف ہیں اور اردو صرف سن کر سمجھ لیتے ہیں۔ اگر رومن اسکرپٹ میں انھیں اردو کا مواد ملے گا تو اسے لوگ پڑھیں گے اور خرید کر پڑھیں گے۔ کیونکہ اس سے انھیں روزگار میں ترقی ملے گی۔

شریت صدر

نزہ و زکام کھانسی اور اس سے پیدا ہونے والے سینہ اور پھیپھڑوں کے امراض کے لیے بے حد مفید شربت ہے۔ چھوٹی چھوٹی ہوائی نالیوں اور پھیپھڑوں میں جمے ہوئے بلغم کو باسانی خارج کرتا ہے۔ پھیپھڑوں کو تقویت پہنچاتا ہے۔ بگڑے ہوئے نزہ و زکام کو درست کر کے سینہ اور پھیپھڑوں کو نزہ کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے بھی بہت مفید ہے۔



THE UNANI & CO

Manufacturers of Unani Medicines

Approved Suppliers of Unani Medicines to C G H S

930 KUCHAROHULLI ALIKHAN DARYAGANJ, NEW DELHI 110002

Phone - 3277312, 3281881



سگریٹ نوشی: اسلام اور سائنس کے آئینے میں

راشد جمال انصاری۔ مونا تھ بھنبین

انہیں میں سے ایک سگریٹ نوشی بھی ہے۔ آئیے سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ سگریٹ کیا ہے اور وہ کس چیز سے بنتی ہے۔ یہ بات تو قطعی طور پر مسلم ہے کہ سگریٹ تمباکو سے بنتی ہے اور تمباکو (TOBACCO) ایک انتہائی زہریلا پودا ہوتا ہے، جس میں تارکول اور نکوٹین جیسے خطرناک اجزاء پائے جاتے ہیں۔

سگریٹ نوشی صحت کے لیے نہ صرف نقصان دہ بلکہ انسان کے لیے باعث ہلاکت بھی ہے، ایک صحت مند فوجان کثرت سگریٹ نوشی کی وجہ سے اپنی اعصابی کمزوریوں کے باعث بہت جلد سین رسیدہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ دنیا کے تمام اطباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمباکو میں نکوٹین نام کا ایک زہریلا مادہ ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کا عادی فی بی، کوڑھ، دمہ اور کینسر جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو کر قبل از وقت اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ W.H.O کے ایک جائزے کے مطابق دنیا میں ہر سال تقریباً دس لاکھ افراد سگریٹ نوشی کی وجہ سے پھیمپٹ کے کینسر میں مبتلا ہو کر لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ جبکہ میڈیکل ریسرچ کو نسل آف انڈیا کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف ہندوستان میں 1992ء میں دوا لاکھ اٹھارہ ہزار افراد سگریٹ نوشی کی وجہ سے کینسر کے مریضیں مبتلا ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ سگریٹ نوشی حرام ہے نیز ہر طبع انسان اس کا شمار خبیثات میں کرتا ہے۔ تمباکو کے بارے میں بہت سے علماء کا کہنا ہے کہ وہ مسکر یعنی نشہ آور ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جودا اور بت اور پانسے، سب گندے کام ہیں شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

(سورہ: المائدہ 90)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے ذہن کو مختلف قسم کے انقلابات کا مرکز بنا رکھا ہے۔ مثلاً جب وہ ایک ہی ماحول، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی کچھ سے اکتا جاتا ہے اور جدت کے ذریعہ منزل بہ منزل ترقی کا خواب دیکھنے لگتا ہے، تو ارتقار کی ان منازل میں یا تو اسے ماحول متاثر مل جاتا ہے، یا پھر گھریلو پریشانیاں، دوست و احباب کی جانب سے حوصلہ شکن کلمات، معاشرے کی ذلت و رسوائیاں اس کے دل کی ابھرتی ہوئی اُمتگوں کے لیے ہر قدم اور ہر موڑ پر رکاوٹ بن جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ ترقی کے ریزوں کو سر نہیں کر پاتا۔ ایسی ناگفتہ حالت میں اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ لہذا اس بکھرے وجود کو یکجا کرنے کے لیے ان اشیاء کا استعمال کرتا ہے جو صحت و توانائی، اقتصادی، معاشی اور سماجی اعتبار سے انسان کے لیے نہایت مہلک اور تباہ کن ثابت ہوتی ہیں۔

چنانچہ دور حاضر کا انسان اپنی فہم و فراست و عقل و شعور، دانائی و بنیائی، تدبیر و تفکر اور فکر سلیم کو بالائے طاق رکھ کر اس قدر نشہ آور اشیاء کے استعمال کا عادی بن گیا ہے کہ کسی دور میں اس کی نظیر مثلاً ہی مل پائے گی۔



ہوا کہ صرف 1990ء میں ترقی یافتہ ممالک میں بیس لاکھ افراد اس عادت کی نذر ہو گئے اور تقریباً دو کروڑ دس لاکھ افراد بہت جلد موت کو گھلے لگا لیں گے۔ حال ہی میں لندن سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کا پانچواں حصہ اگلے چند برسوں میں سگریٹ نوشی کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہوگا۔ سگریٹ نوشی کی وجوہات و محرکات مختلف ہوتی ہیں۔ بعض لوگ سگریٹ نوشی بطور عادت کرتے ہیں حتیٰ کہ انہیں اس سے کوئی لذت بھی حاصل نہیں ہوتی۔ جبکہ بعض لوگ اسے راحت کی خاطر نوش کرتے ہیں اور بعض لوگ سبلی طور پر پیتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے انفعال اور تھکاوٹ دور ہوتی ہے۔ مگر موجودہ دور کے طلباء سگریٹ صرف اور صرف ایک فیشن کے تحت پیتے ہیں، انہیں نفع یا نقصان کا خیال نہیں ہوتا۔ افسوس صد افسوس کہ عوام کے ساتھ خواہاں ایک طبقہ یعنی ماہرین علوم و فنون، اساتذہ مدارس اور علماء بھی اس گھناؤنے اور جان لیوا مرض میں مبتلا ہیں۔

سگریٹ نوشی صحت کے لیے حد درجہ مضر ہے اور ہر وہ چیز جو صحت کے لیے مضر ہو مطلقاً حرام ہے۔ سگریٹ نوشی سے جسم میں فتور اور اعصاب میں بے حسی پیدا ہوتی ہے اور صحت کمزور ہو جاتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ جو پست ہمتی، اخلاقی گراؤٹ اور شعور میں کمزوری پیدا ہوتی ہے اس کے نتیجے میں سگریٹ نوشی کا عادی معاشرے کا ناسور بن کر رہ جاتا ہے جبکہ اسلامی شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے کسی ایسی چیز کا استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں، جو اسے ہلاکت کے گڈھے میں پہنچا دے کیونکہ ایک مسلمان کی تحویل میں صرف اس کا نفس ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس کا دین، اس کی ملت، اس کی زندگی، اس کی صحت، اس کا مال اور اللہ تعالیٰ کی

کل مسکوحہ و کل مسکوحہ حرام یعنی ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفسر۔ یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور مفسر شے سے منع فرمایا۔ سگریٹ نوشی سے جہاں ایک طرف کھانسی اور دمر کی شکایت ہوتی ہے، وہیں اختلاج قلب، ہارٹ ایکٹ، پیپھرے کا کینسر اور دیگر بہت سے امراض صدر کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو ان امراض کے سخت اور اثرات شکیبے میں جکڑ لیتا ہے اور موت کے پھندے کو گلے لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جبکہ قرآن اس بات کی سخت تاکید کرتا ہے کہ کوئی شخص ہرگز کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کرے جو اس کے لیے باعث ہلاکت ہو۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: وَلَا تَتَّبِعُوا بِأَيِّدِيكُمْ إِلَىٰ التَّهْلُكَةِ (البقرہ: 195) یعنی اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڈھے میں نہ ڈالو۔

سگریٹ نوشی کی وجہ سے بہت سے زہریلے مادے براہ راست انسان کی رگوں میں دوڑنے والے خون میں شامل ہو کر بلڈ پریشر، رفتار قلب کی سرعت، فالج اور کینسر جیسی خطرناک بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں اور بھی بہت سے نقصانات ہیں۔ مثلاً سگریٹ نوشی کرنے والا شخص اپنی عمر میں سے آٹھ سے لے کر بارہ سال تک ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ ایسا شخص ہر مرتبہ سگریٹ پیتے وقت پندرہ سے لے کر 20 منٹ تک ضائع کرتا ہے۔ نیز یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ دنیا بھر میں سگریٹ نوشی سے مرنے والوں کی تعداد، جنگ اور ٹریفک حادثات میں مرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جہاں تک سگریٹ نوشی سے ہونے والی اموات کا تعلق ہے، ایک مطالعہ کے بعد یہ معلوم



بے بہرہ ہو چکا ہے کہ اسے اس کے صحیح و مکمل احکامات تک کی خبر نہیں ہے۔ وہ اس بات سے قطعی ناواقف ہے کہ اسلام میں کون سی چیزیں حلال اور کون کون سی چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔ اسی بے اعتنائی اور لاپرواہی کی وجہ سے لوگ تمباکو کا استعمال نہایت ہی بیباکی سے کرتے ہیں حالانکہ حدیث نبویؐ سے صاف ظاہر ہے کہ ”ہر نشہ آور چیز شراب اور ہر نشہ آور شے حرام ہے“ لیکن جیف صغیف کہ اس قبیح شے کے استعمال میں مدارس عربیہ کے وہ طلباء بھی ملوث ہیں جو میلوں میل کا سفر کر کے کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔

الغرض طبی، سماجی، اقتصادی، معاشی اور شرعی اعتبار سے سگریٹ نوشی اور تمباکو خوری ایک قبیح فعل ہے مگر انفس ہمارے معاشرے کے اچھے خالصے تعلیم یافتہ حضرات اور رہنمائے قوم علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی اس سے گریز نہیں کرتا بلکہ منہ میں پان، تمباکو دبا کر دینے دینی اور اصلاحی اسٹیج تک چلے آتے ہیں۔ بھلا ایسے افراد کی باتوں میں کیا اثر رہے گا جن کی زبان سے نکلا ہوا ہر جملہ تمباکو کے ذرہ اور سگریٹ کی بو میں ڈوبا ہو۔

چنانچہ اگر ہم اس مہلک شے کے استعمال سے گریز اور قبیح فعل سے باز نہیں آئیں گے تو ایسی خطرناک اور مہلک بیماریاں جنم لیں گی جس کا شکار سب سے پہلے اس کے استعمال کرنے والے ہوں گے۔ اس کے بعد دیگر افراد۔ لہذا ایسی صورت میں ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہر ممکن طریقے سے سگریٹ نوشی کے نقصانات کو اجاگر کریں۔ عام افراد خصوصاً نوجوانوں میں شعور آگئی پیدا کریں تاکہ اس وبا کو ہمیشہ کے لیے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا جاسکے۔

دی ہوئی ساری نعمتیں، اس کے پاس امانت ہوئی ہیں۔ لہذا ان کو ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ”وَلَا تَقْضُوا أَمْوَالَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَاتِبٌ بِكُمْ رَحِيْمًا“ (النساء: 29) یعنی ”اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بہت ہی مہربان ہے“ شرعی اعتبار سے سگریٹ کا استعمال قطعی درست نہیں ہے کیونکہ یہ فتور عقل اور مضرت صحت کا باعث ہے اور تعلیمات اسلامی کے باطل خلاف ہے کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے کہ: ”لَا تَمْرُكْ وَلَا تَمْرَارْ“ یعنی اسلام میں نہ تو نقصان اٹھانا ہے اور نہ ہی نقصان پہنچانا۔

سگریٹ نوشی گندی اور خبیث چیز ہے اس میں بوسہ خرچ کرنا سراسر اسراف ہے اور اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ”اِنَّ الشَّيْطٰنَ رَمِيْنٌ كَاْتُوْا اَحْوَآءَ الشَّيْطٰنِ“ (ابن اسحاق: 27) ”یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں“

آج کا مسلمان اسلام سے اتنا برگشتہ اور

ہندوستان کے مشہور عطریات کا مرکز

عطر ہاؤس



روح خس، شمامہ العنبر، ریحان، بنت السحر، بنت اللیل، جنت النعیم، شباب، باغ جنت

مغلیہ ہر بکل حسنا

بالوں کے لیے جڑی بوٹیوں سے تیار ہندی اس میں کچھ ملانے کی ضرورت نہیں

عطر ہاؤس 633 چٹلی قبر جامع مسجد دہلی 110006

فون نمبر: 328 62 37



گوشت دھیان سے

حکیم محمد مسیح الدین صدیقی۔ ناگپور

پھیلنے کی اطلاعات آتی رہتی ہیں جس میں درجنوں لوگ موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بیماری کے اسباب کا پتہ چلانے اور اسے ختم کرنے کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ جبکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کینسر جیسی خطرناک بیماریوں کے جراثیم و دائرس پولٹری فارم کی مرغیوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں ایسے جراثیم اور دائرس بھی ہوتے ہیں جو برص و جذام پیدا کرنے کا

کچھ عرصہ قبل ہانگ کانگ کی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ پراسرار فلو کو پھیلنے سے روکنے کے لیے علاقے کی تمام مرغیوں کو ختم کر دیا جائے۔ اس فلو سے اس وقت تک 3 افراد کی موت ہو چکی تھی۔ تقریباً 12 لاکھ مرغیوں کو ختم کرنے کا کام حکومت نے انجام دیا۔ یہ اطلاع اقتصادی امور کے سکریٹری آئی پی اسٹیفن نے ایک اخباری کانفرنس میں دی تھی۔

ہانگ کانگ حکومت نے مرغیوں کے خاتمے کی یہ کارروائی کرنے کا فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ چونکہ حکومت کے حکام نے اعلان کیا تھا کہ مرغیوں کے فارم اور ہانگ کانگ کے سب سے بڑے انڈا مرغی بازار کا ایک حصہ بیماری

ایک طرف انڈا مرغی کے صنعتی ادارے اخبارات و ٹی وی کے ذریعہ یہ دیکھتے نعرہ لگاتے ہیں کہ ”سنڈے ہو یا منڈے، روز کھاؤ انڈے“ لیکن دوسری طرف طبی و تحقیقی ادارے عوام کو خبردار کرتے ہیں کہ ”آپ انڈا نہیں کھاتے، بلکہ انڈا آپ کو کھاتا ہے“

سبب بنتے اور خامی کو نشانہ جگہ و طحال کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ انڈا مرغی مارکیٹ اور ذبیحہ خانوں میں بھی مختلف بیماریوں کے دائرس پائے جاتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں

ایک تحقیقی ادارے نے یہ خبر شائع کی تھی کہ پولٹری فارم کی مرغیوں میں کینسر و دیگر مہلک امراض کے جراثیم پائے گئے۔ پولٹری فارم کے انڈے برص و جذام کا سبب ہوتے ہیں۔ لہذا عوام ان کے اندھا دھند استعمال سے بچیں۔

ایک طرف انڈا مرغی کے صنعتی ادارے اخبارات و ٹی وی کے ذریعہ یہ دیکھتے نعرہ لگاتے ہیں کہ ”سنڈے ہو یا منڈے، روز کھاؤ انڈے“ لیکن دوسری طرف طبی و تحقیقی ادارے عوام کو خبردار کرتے ہیں کہ ”آپ انڈا نہیں کھاتے، بلکہ انڈا آپ کو کھاتا ہے“

ایسے میں محکمہ صحت کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ

سے متاثر ہو گئے ہیں۔ اور فارم کی مرغیوں میں فلو کے دائرس پائے گئے ہیں۔

ہانگ کانگ میں پراسرار فلو سے صرف تین آدمیوں کے مرنے پر وہاں کے محکمہ صحت نے فلو کے دائرس کافی الفور پتہ چلایا اور یہ معلوم ہو جانے پر کہ مرغی فارم و انڈا مرغی مارکیٹ میں یہ دائرس موجود ہیں، بارہ لاکھ مرغیوں کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔

ہمارے ملک کے محکمہ صحت کو بھی اس جانب تجدد کی سے توجہ دینی چاہئے جبکہ ملک کے مختلف گوشوں سے نہ صرف پراسرار فلو بلکہ اور بھی دوسری مہلک و پراسرار بیماریوں کے



وہ انڈامرغی مارکٹوں اور مرغی فارموں پر کڑی نگاہ رکھے، انہیں سخت ہدایات جاری کرے اور موقع بہ موقع ان کا معائنہ کر کے پتہ لگائے کہ ان میں کہیں کسی بیماری کے جراثیم تو نہیں پائے جاتے ہیں؟ اگر کہیں اس طرح کے جراثیم کی موجودگی کا پتہ چلے تو متاثرہ مرغیوں کو بلا تکلف ختم کر دینے کے اقدامات کرے۔ اس کے علاوہ ذبیحہ خانوں اور مشن مارکٹوں کی بھی نگرانی ہونی چاہئے تاکہ بیمار و نیم مردہ جانور ذبح یا فروخت نہ کیا جائے۔ حکومت و محکمہ صحت کے علاوہ خود غرام الناس میں بھی شعور و بیداری آئی ضروری ہے۔ انہیں انڈامرغی یا بکری و بھینس کے گوشت کے استعمال سے پہلے اچھی طرح ایلٹا کر لینا چاہئے کہ وہ تروتازہ، صحت مند اور جراثیم و بیماریوں سے پاک ہے بھی یا نہیں؟ خاص کر مسلم معاشرے میں گوشت خوری کا رواج عام ہے۔ انہیں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ اسلام نے حلال جانوروں کے گوشت کے

استعمال کی اجازت دی ہے۔ لیکن ساتھ ہی قرآن اس کے لیے لَحْصًا طَبْرًا دَعَى : ۱۵ "تروتازہ گوشت" کی شرط لگاتا ہے۔ سورۃ مائدہ اور سورۃ حج میں بِهَيْئَةِ الْأَنْعَامِ یعنی "چرنے و جگالی کرنے والے جو پائے جو پوری طرح توانا و صحت مند اور بیماری کے جراثیم سے پاک ہوں" کی شرط لگائی ہے۔ ساتھ ہی لحم المستخرس (مائدہ ۴) یعنی "کھلے سرٹے بیمار گوشت" کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ مسلمان اس کے قریب بھی نہ جائیں۔

احادیث میں مذکور نباتات، ادویہ اور غذائیں
ایک سائنسی جائزہ

ڈاکٹر افتخار حسین فاروقی

قیمت 90 روپے

انسانیت نے اپنی طویل تاریخ میں کسی اور مذہب کو اسلام کی طرح علم کو انتہائی اہمیت دیتے نہیں دیکھا۔ علم کی دعوت دینے، اس کا شوق دلانے، اس کی قدر و منزلت بڑھانے، اہل علم کی عزت افزائی کرنے، علم کے آداب بیان کرنے، اس کے اثرات و نتائج واضح کرنے، علم کی بے قدری اور اہل علم و ہدایت کی مخالفت و بے عزتی سے روکنے میں اسلام نے جو مہر پورا اور مکمل ہدایات پیش کی ہیں، ان کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔

تعلیم کی اہمیت (سنت نبویؐ کی روشنی میں)

مصنف : علامہ یوسف القرضاوی
مترجم : ابوسعود اظہر ندوی

علم دوست حضرات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔ آج ہی آرڈر دیں

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ڈی-307 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر نئی دہلی 110025

فون: 691 1652



انجیر: انسانی افادیت کا پہلا درخت

عبدالودود انصاری - آسنول

کی افادیت کی جانکاری حاصل کریں۔

’انجیر‘ ایک فارسی لفظ ہے جس کو عربی میں ’تین‘ کہتے ہیں۔ انجیر کی انگریزی ’فگ‘ (Ficus) ہے جبکہ اس کا لاطینی نام ’فائنکس کیریکا‘ (Ficus carica) ہے۔ انجیر کا اصل وطن ایشیائے کوچک اور مشرق وسطیٰ ہے۔ مگر آج اس کی کاشت ترکی، یونان، اٹلی، الجزائر، اسپین، پرتگال، امریکہ، ساؤتھ افریقہ وغیرہ ممالک کے علاوہ ہندوستان اور پاکستان میں بھی خوب ہو رہی ہے۔ انجیر کی افادیت کا مسلم ثبوت سورہ ’التین‘ ہے۔ جس میں اللہ پاک نے اس پھل کی قسم کھائی ہے:

وَالَّتَيْنِ وَالرَّيْثُونِ ۝
قُطُورِ مَيْمُونِ ۝
هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ ۝
فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمِ ۝
(التین: 4-1)

قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور ریتون (کے درخت) کی اور قطور مینون (کے درخت) کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

اس پھل کا ذکر نہ صرف قرآن پاک میں ہے بلکہ تورات اور انجیل میں کم و بیش 49 بار آیا ہے۔ ایک مقام پر آیا ہے: ”... تب درختوں نے انجیر کے درخت سے کہا کہ تو آ اور ہم پر سلطنت کر۔ پر انجیر کے درخت نے کہا کیا میں اپنی مٹھاس اور اچھے اچھے پھلوں کو چھوڑ کر درختوں پر حکمرانی کرنے جاؤں؟“ (قضاة 10-11-9)

مفسرین کا خیال ہے کہ روئے زمین پر انسان کے آنے کے بعد اس کی افادیت کے لیے جو سب سے پہلا درخت اگا وہ درخت انجیر کا تھا۔ حضرت آدمؑ اور حضرت

آج بھی انسان ”تندرستی ہزار نعمت ہے“ کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر جب تندرستی کے اصولوں سے انحراف کرتا ہے تو پھر وہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی نظر ڈاکٹر کی جانب جاتی ہے ڈاکٹر دوائیاں تجویز کرتا ہے مریض اس کو استعمال کر کے صحت یاب بھی ہوتا ہے۔ اگر ڈاکٹر کی تجویز کردہ کوئی دوا نہ ملے تو پھر دیکھئے کہ مریض کو اس دوا کے لیے نہ جانے کتنی دکانوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں۔ اگر علاقے میں دستیاب نہ ہو تو دور دراز جگہوں سے بھی منگوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یقیناً ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ انسان مرض سے نجات پانے کے لیے دوا پر زیادہ یقین رکھتا ہے۔ حیرت ہے کہ مسلمان جس نبیؐ کے ماننے والے ہیں، انھوں نے بہت ساری قدرتی اشیاء کی خصوصیات ایسی بتائی ہیں جن کے استعمال سے انسان بھرپور مستفیض ہو سکتا ہے مگر دنیا کے انسانوں اور خاص کر مسلمانوں کی شرمی قسمت کہنے کہ اس طرف انکا دھیان بھی نہیں جاتا، ورنہ ہر مرض کی دوا ”صل علی محمد“ آپ دیکھیں کہ انسان جتنا کو لیکٹ اور دیگر ٹوٹھ پیٹ پر یقین رکھتا ہے، اتنا مسواک پر نہیں جبکہ پیارے نبیؐ نے مسواک کے شرفائے سے بتائے ہیں۔ دانت کی کوئی بیماری ہے جو مسواک سے دور نہیں ہوتی ہے۔ آج کتنے مسلمان اسے استعمال کرتے ہیں۔ آپ یقین جانئے کہ آج ذرائع ابلاغ نیم کی مسواک کی صحیح افادیت کو مشتر کرنے لگیں تو پھر دیکھئے کہ کس طرح لوگ مسواک پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہوئی ورنہ سینکڑوں سے بھی زائد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ آئیے آج اسلام اور حکمت کے نقطہ نظر کی روشنی میں ایک پھل انجیر



حوالے اپنے جسم کی ستر پوشی انجیر کے درخت کے پتوں سے ہی کی جاتی تھی۔

حدیث شریف میں ابو الدرداءؓ نے حضور پاکؐ کا ارشاد نقل فرمایا ہے:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے انجیر سے بھرا ہوا تھا لایا۔ انھوں نے ہمیں فرمایا کہ ’کھاؤ‘ ہم نے اس میں سے کھایا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا ”اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنت سے زمین پر آ سکتا ہے، تو میں کہوں گا کہ یہی وہ ہے۔ کیونکہ بلاشبہ جنت کا میوہ ہے۔ اس میں سے کھاؤ کہ یہ بواسیر کو ختم کر دیتا ہے اور گھٹیا (جوڑوں کے درد) میں بھی مفید ہے۔“ (ابوبکر الجوزی)

درد پاک پڑھنے دو جہاں کے سردار حضرت محمدؐ پر، جنھوں نے دنیا میں ہی جنت میں پائے جانے والے ایک پھل کا نام بتا دیا۔ کس مسلمان کی خواہش یہ نہ ہوگی کہ اسے شوق سے کھائے مگر واسے افسوس۔ کتنے لوگ اسے استعمال کرتے ہیں؟ آج بواسیر کے مریض سے ملنے نہ جانے کہاں کہاں اپنے مرض سے نجات حاصل کرنے کیلئے پریشان ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تھک ہار کر آپریشن کروا لیتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی آپریشن بھی دائمی حل ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سفیدگی سے سوچئے کہ کتنے لوگ بواسیر سے بچنے کے لیے حفظاً مقدم کے طور پر انجیر کا استعمال کرتے ہیں۔ یہی حال گھٹیا کا ہے کہ بھولے سے بھی اس مرض میں اس پھل کا نام یاد نہیں رہتا ہے۔

اب انجیر کے بارے میں مزید معلومات حاصل کی جائے۔ یہ ایک ناشپاتی کی شکل کا ہوتا ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں مثلاً ہرا، پیلا، سیاہ، نیلگوں اور

سفید وغیرہ بہت سے لوگ ناواقفیت کی بنا پر امرود کو انجیر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دونوں الگ الگ پھل ہیں۔ انجیر کی

کاشت کا بہترین موسم گرمی کا ہے۔ یہ تمام پھلوں میں سب سے نازک پھل ہے۔ جس کی مٹھاس بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انجیر میں عجیب مٹھاس بخشی ہے۔ انجیر کے اندر دو طرح کی مٹھاس ہوتی ہے۔ ایک مٹھاس ایسی ہے جو دوسری مٹھاس کو گلا کر ختم کر دیتی ہے ایسی حالت میں یہ ذیابیطس (DIABETES) کے مریض کے لیے نافع ہے۔ ساتھ ساتھ جو پھل درخت میں ہی پک جاتے ہیں اس کی مٹھاس بہت کم ہوتی ہے لہذا بلا خوف و خطر ذیابیطس کا مریض اسے نوش کر سکتا ہے۔ اب آئیے سلسلہ دار انجیر کی چند افادیت کو اجاگر کریں:

- 1۔ یہ پھل گردہ اور مثانہ سے پتھری کو حل کر کے نکال دیتا ہے۔ ہے۔ CALCULUS اور GALL BLADDER کے مریض خصوصاً توجہ فرمائیں۔
- 2۔ یہ زہروں کے اخراج کو بھی زائل کرتا ہے۔
- 3۔ یہ حلق کی سوزش، پھیپھڑوں کی سوجن اور سینہ کے بوجھ کو دور کرتا ہے۔
- 4۔ یہ بلغم کو ہلکا کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی جگر اور تلی کو صاف کرتا ہے۔
- 5۔ بخار کی حالت میں زبان اور حلق خشک ہو رہے ہوں تو اس کے استعمال سے تیزی محسوس ہوتی ہے۔
- 6۔ چھاتی پر پرانی سوزش ہو تو اس کے استعمال سے مرض جاتا رہتا ہے۔
- 7۔ یہ گردہ اور مثانہ کی سوزش کے لیے نافع ہے۔
- 8۔ انجیر ہارمڈ استعمال کیا جائے تو بیریت سے ہوا نکالتا ہے۔ آنتوں کی گندگی دور ہو جاتی ہے۔
- 9۔ اس کے استعمال سے پرانی بلغمی کھانسی کا بلغم آسانی سے نکلتا ہے۔
- 10۔ یہ پرانے قبض کو دور کرتا ہے۔



اگر بدن کے کسی حصہ کے زخم کو پکنا ہے تو اس کے پتے کو کوٹ کر لگانے سے زخم پک جاتا ہے۔

یہ تھے انجیر کے مختلف فوائد۔ بہتر یہ ہے کہ جس مرض کے لیے انجیر کو استعمال کیا جائے تو پہلے کسی ماہر طبیب سے رابطہ کر کے اس کے تازے ہوئے طریقے پر ہی استعمال کیا جائے تاکہ نتائج جلد اور ترقی بخش حاصل ہو سکیں۔

اب جدید یعنی انگریزی دواؤں پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو کوئی بھی ایسی دوا نہیں ملے گی جس کے اندر اتنے فائدے موجود ہوں۔ ایسی حالت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج کا انسان مرض میں ہو کر فطری اشیاء کو نظر انداز کرتا ہے تو بہت حد تک اس کا ذمہ دار وہ خود بھی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اس کے کرم تو عام ہیں دنیا کے واسطے
میں کتنا لے سکا مقدر کی بات ہے

11۔ یہ موٹاپا کم کرنے کی ایک بہترین دوا ہے۔

12۔ یہ برص کے داغ دھبوں کو ختم کرتا ہے۔

13۔ یہ سرگ اور فالج کے مرض کے لیے بہترین دوا ہے۔

14۔ یہ دمہ کے مرض کے لیے بہت مفید ہے۔

15۔ یہ خون کی نالیوں کی غلطیوں کو بھی دور کرتا ہے۔

16۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے۔

17۔ یہ حیض کے خون کی بے قاعدگی کے لیے بہت مفید ہے۔ ساتھ ساتھ عورتوں کے دودھ کو بھی بڑھاتا ہے۔

18۔ دماغی بیماریوں کے لیے بھی نافع ہے۔

19۔ یہ سینے اور چھپی پھڑے کو قوت بخشتا ہے۔

20۔ یہ بدن کو موٹا کرتا ہے اور پیشاب بھی خوب لاتا ہے۔

انجیر میں اللہ تعالیٰ نے بڑے فائدے رکھے ہیں۔

انجیر سے دودھ بھی نکلتا ہے۔ اگر دانوں میں درج ہو تو اس

دودھ میں روٹی بھگو کر دانوں پر رکھنے سے درد جاتا رہتا

ہے۔ چہروں کے کیل مہا سے اور دوسرے داغ دھبے پر

دودھ ملنے سے داغ جلتے رہتے ہیں۔ انجیر کے درخت کی

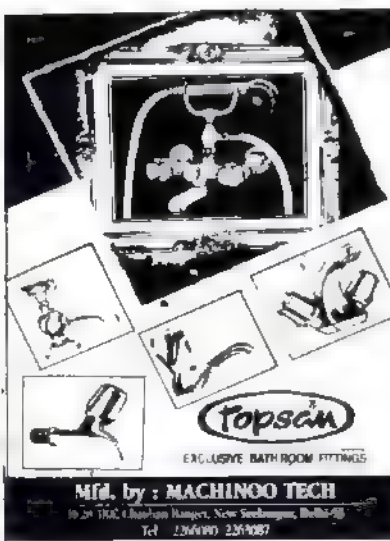
چھال بھی فائدے میں کچھ کم نہیں۔ اگر سر میں درد ہو تو چھال کو

جلا کر لکھ بنا کر جلانے پھر اس لکھ کو سر کے میں ملا کر پیشانی پر

لگایا جائے تو درد دور جاتا رہتا ہے۔ تازہ انجیر کے دودھ کو

سنوڑھوں (Gums) پر لگایا جائے تو میں ختم ہو جاتی ہیں۔

مرقم کی عمدہ باتھ روم
فشنگ کے لیے واحد نام
ٹاپسن



جذہ (سعودی عربیہ
میں "ماہنا سائنس" کے تقیم کار؛

مکتبہ رضا

نزد؛ پاکستان ایسی اسکول

حیٰ العزیزہ - جذہ



اللہ کی نعمت مرجان

ڈاکٹر ریحات انصاری - بیہونڈی

قابل مد احترام ڈاکٹر محمد اہلم پرویز صاحب
السلام علیکم

عرصے سے سائنس کا طالب علم ہوں۔ آپ نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے اور آپ کے رفقاءے کار کو بھی، جو ایک بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اسے بلاشبہ آندھیوں میں چراغ جلائے دکھنا کہا جائے گا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ خاموش پانی میں شتی کھینا کوئی فنکاری نہیں ہے۔ بلکہ تلاطم اور موجوں سے لڑتے ہوئے آگے بڑھنے میں زندگی کا مقصد اور لطف دونوں ملتا ہے۔ اللہ کرے ہماری ملت اسلامیہ کو آپ کی کوششوں سے لگاؤ پیدا ہو جائے اور یہ بامقصد پرچہ ہر گھر میں پہنچنے لگے۔ ہمارے شہر بیہونڈی میں یہ پرچہ دستیاب نہیں تھا۔ ایک یاد دہانی اسکولوں کی لائبریری میں دیکھنے کو ملا تھا۔ اسے دیکھنے کے بعد اشتیاق بڑھا اور ہم نے شہر کے مکتبہ اسلامی، تھانہ روڈ کے عبدالعزیز صاحب جو جماعت اسلامی اور دیگر کاتب کی کنائیں اور پرچے فروخت اور تقسیم کرتے ہیں اور کافی برسوں سے وہ اس کام میں مصروف ہیں، ان سے درخواست کی تو مکتبہ جامعہ ممبئی سے چند پرچے لانا شروع کیا۔ ماشاء اللہ دو پرچوں سے شروعات اب دس پرچوں تک پہنچ گئی ہے، محض چھ یا سات مہینوں میں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ اس جانب ہو تو ہمارے شہر میں انشاء اللہ معاونین بھی زیادہ مل جائیں گے۔ یہ میری ناپیچر خواہش ہے۔

ماہ اگست کے "سائنس" میں اعلان پڑھا کہ نومبر 1998ء کا شمارہ "قرآن اور سائنس" نمبر ہوگا۔ اس ضمن میں ایک مضمون ارسال خدمت ہے۔ اگر کسی قابل سمجھ شخص کو خصوصی شمارہ میں شامل فرمائیں۔

مخلص و احقر العباد
محمد ریحات انصاری

اصلاح کے لیے طبی دنیا میں صدیوں سے مقبول ہے۔ اس کے مخصوص دوائی فوائد پر آج بھی ایک عالم اعتبار کرتا ہے۔ لیکن جدید طب کے بعض دعویداروں نے اس کی پوری ماہیت کو محض کیلشیم کا ڈھیر ثابت کر رکھا تھا۔ آج جدید تحقیقات سے مرجان کے جو خواص سامنے آ رہے ہیں وہ ایسے تنگ نظروں کو یقیناً بغلیں جھانکنے پر مجبور کر دیں گے۔ بیشک مرجان کی

اللہ تعالیٰ نے سورۃ "رحمن" میں اپنی نعمتوں کا بیان کرتے ہوئے "مرجان" کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ بیشک یہ حضرت انسان کو اللہ کی ایک نادر عطا ہے۔ مرجان کا فارسی مترادف "بسترد" ہے اور انگریزی میں (CORAL) کہا جاتا ہے۔ مرجان مختلف قلبی اور روحانی و نفسانی امراض کے لیے نیز بعض اعضاء کے بگڑے افعال کی درستی نیز عمومی قوی کی

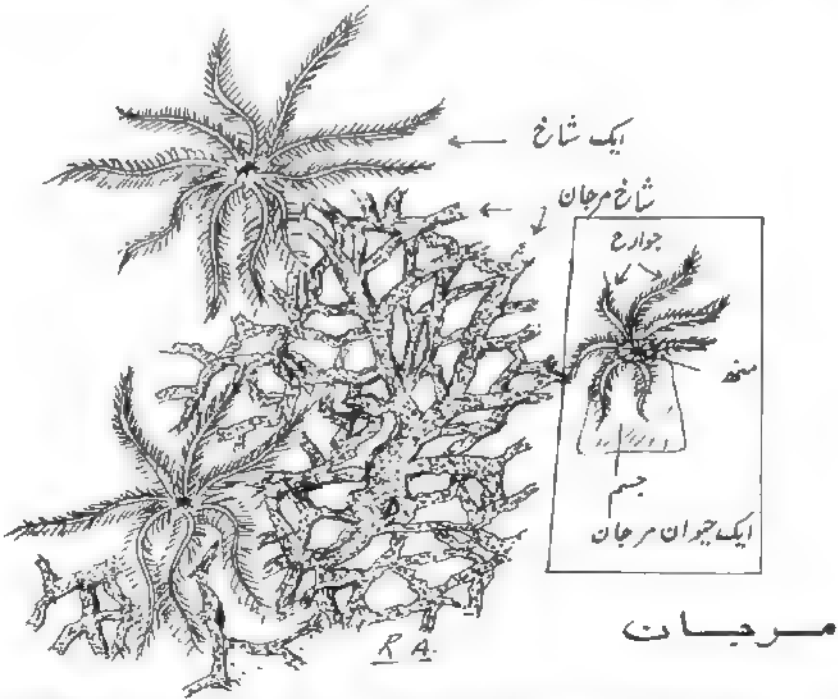


نازک ہوتے ہیں۔ اسی لیے یہ اپنے اوپر ایک حفاظتی خول تیار کرتے جاتے ہیں۔ حیوانات مرجان پہلے سی چٹان پر اپنے آپکے چسپاں کر لیتے ہیں۔ پھر ان میں تولید کا عمل شروع ہوتا ہے جو کسی کھلی (BUD) یا شاخ کے پھوٹنے سے مماثل ہوتا ہے۔ حیوانات مرجان اپنے پورے دور حیات میں ایک ہی جگہ قائم رہتے ہیں۔ پرانے حیوانات اپنی مدت حیات پوری کر کے ختم ہو جاتے ہیں مگر کھلی در کھلی تولید کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور بیشمار حیوانات مرجان مل کر ایک کالونی تیار کر لیتے ہیں۔ یہ کالونی کوئی پیچیدہ شاخ شجر کی ترکیب معلوم ہوتی ہے جس میں بیشمار شاخیں پھوٹی ہیں اور باہم ملتی دکھائی دیتی ہیں۔ انھیں شاخ مرجان کہتے ہیں۔ جبکہ یہ شاخیں ایک موٹے مرکزی حصے سے جڑی رہتی ہیں جسے بیخ مرجان کہتے ہیں۔ مرجان کی مکمل ساخت سوراخ دار ہوتی ہے۔

ترکیب میں بڑا حصہ کیلشیم کاربونیٹ ($CaCO_3$) کا ہے لیکن تحقیقات کے بعد اس کے مخصوص افعال کیلشیم کاربونیٹ سے زیادہ انتہائی قلیل مقدار میں پائے جانے والے دوسرے معدنیات اور عناصر سے منسوب ہوتے جا رہے ہیں۔

تعارف:

سمندری کھرابیوں میں پانی جانے والی اور ایک کثیر رقبہ پر پھیلی ہوئی یہ کالونی صرف ایک سمندری حیوان کا گھر ہی نہیں ہے بلکہ اس کی ساختوں میں صدیوں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں برسوں کی داستان رقم ہوتی ہے۔ بغیر ریڑھ والے یہ سمندری حیوان کثیر پائے (POLY) کہلاتے ہیں جو ایک دیگر حیوان سمندری پھول (SEA-ANEMONE) سے مشابہ ہوتے ہیں کثیر پایہ کے جوارح (TENTACLES)۔ جیلی کی طرح نرم و



مرجان



کی بعض قسمیں سیکڑوں سال پرانی ہوتی ہیں۔

دنیا بھر کے سائنسدان گزشتہ 25 برسوں سے مرجان کی

کیمیائی تجزیہ کاری میں مصروف ہیں اور اب اس موضوع پر متعدد

کتابیں اور دستاویزات مہیا ہیں کہ جن میں مرجان کے اندر

پائے جانے والے مستحکم ہم جا (STABLE ISOTOPES)

تاکہ کارہم جا (RADIO ISOTOPES) اور دیگر معدنیات و

عناصر کا ثبوت اکٹھا ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر سمندری پانی

میں غذائیت کا تناسب کس دور میں کنسا تھا، یہ مرجان میں

موجود کیمڈی ام (Cd) اور پیری ام (Pb) کے بالترتیب

نانٹریٹ اور فاسفیٹ کی مقدار اور تناسب سے معلوم کیا

جاسکتا ہے۔ اسی طرح تحقیقات کے بعد مرجان میں دیگر عناصر

جیسے اسٹرونی ام (Sr) یورینی ام (U) تانبہ (Cu)

جست (Zn) میگنیشی ام (Mg) سیسہ (Pb) اور

انتہائی معمولی مقدار میں کچھ دیگر تاکہ کار عناصر کی موجودگی کے شواہد

بھی جمع ہو چکے ہیں۔ مرجان میں ان عناصر کی دریافت کے علاوہ

ایک اہم ترین خصوصیت یہ علم میں آئی ہے کہ یہ پیلیو تھرمیٹر

(PALAEOTHERMOMETER) کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔

("PALAEO" بمعنی قدیم)۔ یعنی ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ

ان کی پیدائش کے وقت سمندر کے ساحلی پانی کا درجہ حرارت

کیا رہا ہوگا۔ نئی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے

کہ پیلیو تھرمیٹر 0.2°C کی حد و فرق میں بالکل صحیح درجہ

حرارت بتاتے ہیں۔

1984ء میں شمالی کوئینس لینڈ میں واقع آسٹریلین

آئنٹی ٹیوٹ آف میرین سائنسز کے پٹر آئی ڈیل (PETER

ISDALE) نے اسی طرح سمندری ماحولیات کے مطالعہ

کے لیے مرجان کی صلاحیتوں کو آجاکر کیا۔ اس کی تحقیقات

کے مطابق مخصوص قسم کے مرجان کا جب مادہ لائے بغضی

(ULTRAVIOLET) روشنی میں مطالعہ کیا جاتا ہے تو

(باقی صفحہ 48 پر)

ان سورخوں میں حیوانات مرجان (POLYPS) کہہ کر افزائش نسل کے

امر کی تکمیل کرتے ہیں۔ بعض اوقات مرجان کی کالونی اتنی وسیع

ہوتی ہے کہ یہ سمندر کی گہرائیوں سے لے کر سطح سمندر تک پھیل جاتے

ہیں اور اکثر جزیرے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ انھیں جزائر

مرجان (CORAL ISLAND) کہتے ہیں۔ سائنسدانوں کے

اندازے کے مطابق پورے کرۂ زمین پر مرجان کے ذریعہ

گھیر لیا رقبہ تقریباً دو ملین مربع کلومیٹر (20 لاکھ مربع کلومیٹر)

ہے اور ان کے اندر صرف حیوانات مرجان ہی نہیں بلکہ تقریباً

25 فی صد دیگر سمندری مخلوقات بھی پناہ گزین ہو جاتی ہیں۔

خصوصیات :

مرجان کی چند اقسام ایسی بھی ہیں جو مختلف زمانوں میں

سمندری پانی میں ہونے والی کیمیائی تبدیلیوں کی دائری ثابت

ہوتے ہیں۔ سمندری پانی کے مشمولات میں موسمی یا سالانہ طور پر

واقع ہونے والی تبدیلیوں کا ریکارڈ ان کی ساخت میں محفوظ

ہو جاتا ہے۔ ان میں مختلف ادوار میں بننے والے متفرق ہم جا

(ISOTOPES) آئنیں تبدلات (IONIC SUBSTITUTION)

اور مختلف پیچیدہ مرکبات (COMPLEXATION)

کی موجودگی نظر آتی ہے۔

جو تکہ مرجان سمندری پانی اور ماحول میں واقع ہونے

والی تبدیلیوں کے باوجود اپنی جگہ سے ٹپکتے نہیں بلکہ وہیں

جیسے رہتے ہیں اس لیے ان کی حیثیت قریب دستاویز

(DOCUMENT OF AGES) کی ہے۔ بیخ مر جان

جو بہت موٹی ہوتی ہیں، ان کی عرضی تراش میں ہرگز کے

توں کی طرح گول گول گھیرے (RING) دکھائی دیتے ہیں۔

ان کا X-RAY کے ذریعہ مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ

ان گھیروں یا پٹوں کی کثافت میں باہم بہت فرق ہے۔ اور

یہ گھیرے، موسمی روشنی اور ماحولی حرارت کی تبدیلیوں کے

نتیجہ میں بنتے ہیں۔ کیونکہ یہی وہ عوامل ہیں جو مرجان میں جمع ہونے

والے کیشیم کاربونیٹ کی ترکیب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مرجان



انرجی ایک ہے

نعمت اللہ غوری
(میکانیکل انجینئر) حیدر آباد

نوٹ : قارئین سے گزارش ہے کہ آخری جملہ پڑھنے تک کے کوئی حتمی رائے قائم نہ کریے۔

انرجی کے کتنے روپ ہیں۔ اب تک کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انرجی کے کئی روپ ہیں مثلاً انرجی نور ہے، انرجی حرارت ہے، ایکٹریک انرجی ہے، میکانیکل انرجی ہے، کیمیکل انرجی ہے، یعنی تمام کیمیائی مادے انرجی سے بنے ہیں اور بایولوجیکل انرجی ہے جس میں انسان، پرند و پرند اور نباتات شامل ہیں۔ انرجی کے تمام روپ ایک دوسرے میں قابل تبدیل ہیں، جبکہ انرجی ہمیشہ باقی رہنے والی (Ever - Lasting) اور دائمی (Eternal) ہے۔ سائنسدان صرف یہ مانتے ہیں کہ انرجی خود سے اپنا وجود رکھتی ہے اور ہر وقت ایک روپ سے دوسرے روپ میں تبدیل ہوتی رہتی ہے انرجی لامحدود ہے، ساری کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر جگہ ہے۔

سورج سے مسلسل نور انرجی اور حرارت انرجی خارج ہو رہی ہے اور اس کا کچھ حصہ ہماری زمین تک پہنچ رہا ہے جس سے اس زمین پر زندگی ہے۔ سورج کا مادہ جل کر نور انرجی اور حرارت انرجی اور دوسری شعاع میں تبدیل ہو رہا ہے جبکہ سورج ایک عام سیارہ ہے۔ سورج کے جیسے لاکھوں ستارے اس کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں جو جلتے اور بجھتے رہتے ہیں جن سے نور انرجی نکل کر ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے اور زمین تک بھی ان کی روشنی پہنچتی ہے۔ تمام ستارے، سیارے اور سیارچے انرجی ہی کی اشکال ہیں سب ایک دوسرے سے نور انرجی سے جڑے ہوئے ہیں اور ساری وسعت انرجی ہی سے ہے۔

جس طرح ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں، شیک اسی طرح سائنس کی دنیا میں آج تمام سائنس دان یہ مانتے ہیں کہ انرجی ایک ہے اور انرجی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ البرٹ آئن سٹائن نے یہ ثابت کیا کہ انرجی اور مادہ ایک دوسرے میں قابل تبدیل ہیں یعنی ہر چیز انرجی سے بنی ہے۔ البرٹ آئن سٹائن سے پہلے سائنسدان ان چیزوں کو مانتے تھے (1) مادہ (2) انرجی اور (3) خلا جہاں کچھ بھی نہیں۔ لیکن آئن سٹائن نے جب کہا کہ انرجی مادہ بن سکتی ہے اور مادہ فنا ہو کر انرجی میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور خلا بھی خالی نہیں ہے بلکہ خلا میں نور انرجی اور انرجی کی دوسری شعاع خلا میں ہیں۔ تو اس طرح مادہ اور خلا ختم ہو کر صرف انرجی کی ذات باقی رہتی ہے۔ یعنی انرجی ایک ہے۔ یہ نظریہ صدیوں پرانا نہیں ہے بلکہ اس صدی کی سب سے بڑی کامیابی ہے کیونکہ البرٹ آئن سٹائن کا انتقال 1955ء میں ہوا ہے۔

جی ڈی رائے اپنی کتاب - NON Conventional Energy Sources - کے پہلے صفحہ پر لکھتے ہیں : Every thing what happens in the world is the expression of flow of Energy in One of its Forms یعنی دنیا میں ہر کچھ ہو رہا ہے، وہ انرجی کا ایک روپ سے دوسرے روپ میں تبدیل ہونے کا نام ہے۔ جبکہ انرجی کی مقدار تبدیل سے پہلے جتنی تھی، تبدیلی کے بعد بھی اتنی ہی رہتی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں انرجی کو نہ تو پیدا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی فنا کیا جاسکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ



کہتے ہیں۔ سمندر کی لہریں اور مد و جزر بھی میکانیکل انرجی سے ہوتے ہیں جسے آجکل ٹربائن کی مدد سے ایکٹریکل انرجی میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ سمندر میں بڑے بڑے جہاز اور مچھلیاں سب میکانیکل انرجی سے حرکت کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہیں۔

غذا بھی انرجی کی ایک شکل ہے۔ پردوں یا درختوں کا نشو و نما نور انرجی اور حرارت انرجی ہی کرتی ہے اور انرجی کے عمل سے پھل، پھول اور اناج بنتے ہیں۔ مین انرجی کی مختلف اقسام یا ریلوجیکل انرجی میں تبدیل ہوتی ہیں اور جب کسی جاندار کے پیٹ میں داخل ہوتی ہے تو وہ حرارت انرجی آواز انرجی، ایکٹریکل انرجی اور میکانیکل انرجی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

تمام مشینیں اور انجن انرجی سے چلتے ہیں مثلاً ہم ایک کار کو لیں اس میں پیٹرول یا ڈیزل جو کیمیکل انرجی ہے انجن میں جلتا ہے تو حرارت انرجی میں تبدیل ہوتا ہے اور

ہوا جو ہماری ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے خود سے حرکت نہیں کر سکتی ہے بلکہ ہوا کو میکانیکل انرجی ڈھکیلتی ہے اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتی ہے۔ ہوا میں جو ذرات اور بادل وغیرہ ہیں انہیں بھی میکانیکل انرجی ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچاتی ہے۔ ہوا میں پرندے اور ہوائی جہاز کو بھی میکانیکل انرجی ہی بھرا رکھتی ہے اور وہ انرجی ہی سے پرواز کرتے ہیں۔ آندھی، طوفان سب میکانیکل انرجی ہی کے سبب ہوتے ہیں۔ ہوا کی میکانیکل انرجی کو پین چکی سے ایکٹریکل انرجی میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

پانی کا برسنا یعنی بارش کا ہونا بھی انرجی کی بدولت ہے کیونکہ حرارت انرجی ہی سمندر کے پانی کو بخارات میں تبدیل کر کے ہوا میں لے جاتی ہے اور انرجی کے عمل سے ہی بادل بنتے ہیں۔ بادلوں کو میکانیکل انرجی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتی ہے۔ اس طرح بارش کا سارا نظام انرجی کے مختلف روپ اور درجات کا نتیجہ ہے۔ بادلوں کے ٹکرانے سے نور انرجی اور آواز انرجی نکلتی ہے جسے ہم بجلی کرڈکنا



NAIMATHULLAH GHOURI
B.E. (MECHANICAL)



بایولوجیکل انرجی کا کرشمہ ہے یعنی گوشت، ترکاری، میوہ، دودھ، انڈے، اور اناج کی شکل میں جو انرجی وہ پیٹے ہیں جا کر حرارت انرجی، میکانیکیل انرجی، الیکٹریکل انرجی اور آواز انرجی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ انسان کا دماغ الیکٹریکل انرجی سے کام کرتا ہے۔ یعنی تمام خیالات انرجی کی بدولت ہیں۔ انسان کے دل، پھیپھڑے اور دوسرے اعضاء میکانیکیل انرجی سے کام کرتے ہیں۔ تمام انسانی اعضاء انرجی ہی سے نشوونما پاتے ہیں۔ انفریجی انرجی کے تمام روپ انسانی ضروریات اور بقا کے مطابق ہیں۔

جب ہم سائنس کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی بھی چیز غرضوری یا بے مقصد نہیں ہے۔ ہر چیز حسابی طریقہ سے بنی ہوئی ہے اور اصولوں و ضابطوں کے تحت ترتیب داری تمام واقعات پیش آتے ہیں۔ کوئی بھی کام بے سنگم انداز سے سامنے نہیں آتا ہے۔ یہ زمین آسمان، چاند ستارے، انسان، چرند پرند، پتھر پودے اور تمام چیزیں ایک منصوبہ بند طریقہ کا مظہر ہیں۔ جس کا ایک ماسٹر پلان ہے اور اس ماسٹر پلان کا بنانے والا کوئی تو ہے جسے ہم مسلمان اللہ کہتے ہیں۔ بہر حال مسلم سائنسدانوں، طالب علموں اور اساتذہ کے لیے انرجی قابل غور ہے اور بیشک ہم سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔

حرارت انرجی، میکانیکیل انرجی میں تبدیل ہو کر حرکت دیتا ہے۔ پھر ہم میکانیکیل انرجی کو ڈائنامو سے الیکٹریکل انرجی میں تبدیل کرتے ہیں اور الیکٹریکل انرجی کو نور انرجی اور آواز انرجی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس طرح ہر کام انرجی سے ہی ہوتا ہے۔ ہمارے گھروں میں جو اشتیاء ہیں مثلاً واشنگ مشین، ریفریجریٹر، کمپیوٹر، ٹیلی فون، گھڑیاں، پیپ چمکے، ڈرائیو، ٹی وی، بلب، واٹر ہیٹر، ایر کولر، واکوم، مشین، ویڈیو، فیوڈی بلب، ٹیوب، گرائنڈر تمام چیزیں الیکٹریکل انرجی سے کام کرتی ہیں اور الیکٹریکل انرجی کو میکانیکیل انرجی، نور انرجی، آواز انرجی اور حرارت انرجی میں تبدیل کرتی ہیں۔ یعنی انرجی سے بنی ہوئی چیزیں انرجی ہی سے کام کرتی ہیں اور اسے دوسرے روپ میں تبدیل کرتی ہیں۔

انسان کو آنکھیں ہیں تو انرجی نور ہے اور تمام رنگ نور انرجی کے ہیں۔ انسان کے کان ہیں تو انرجی آواز ہے۔ نور انرجی اور آواز انرجی ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کیا کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ انسان کے جسم سے حرارت انرجی مسلسل خارج ہوتی رہتی ہے۔ انسان کے ہاتھ پیر ہیں تو میکانیکیل انرجی ہے۔ ہر حرکت میکانیکیل انرجی سے ہوتی ہے۔ کاشنا، موڑنا، کھینچنا، دباننا، گھمانا، اٹھانا، گرانا، گرٹنا، توڑنا، ڈھکیٹنا، مارنا اور پکڑنا سب میکانیکیل انرجی سے ہے۔ عمل اور رد عمل انرجی سے ہے۔ انسان کے منہ سے آواز نکلتی ہے۔ انسان کے پیٹ

نقلی دواؤں سے ہوشیار رہیں

قابل اعتبار اور معیاری دواؤں کے تھوک و خردہ فروش



مادل میڈیکو را 1443 بازار چٹلی قبر۔ دہلی 110006

فون: 3270801 - 3263107

اسلام ”ایک قصہ ماضی“ کیوں؟

میراث

ڈاکٹر افتخار فاروقی

”میرے اسلام کو ایک قصہ ماضی سمجھو“ لہذا ”ہنس کے وہ بولی کہ تو پھر مجھ کو راضی سمجھو“

طنز پر اسلام کو ”قصہ ماضی“ کہنے کا مدعا اہل میں اسلامی معاشرہ کے زوال کی عکاسی کرنا تھا، نہ کہ دین اسلام کو ماضی کا بھولا ہوا مذہب بتانا۔ سچ تو یہ ہے

کہ دین اسلام اکبر الہ آبادی کے زمانہ میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ”قصہ حال“ تھا اور آج بھی ہے۔ لیکن جہاں تک اسلامی علم، اسلامی فکر، اسلامی فلسفہ، اسلامی سائنس، اسلامی ٹیکنالوجی، اسلامی معیشت اور معاشرہ کا سوال ہے تو وہ اکبر کے زمانے میں تو کیا اس سے دو سو سال پہلے ہی ”قصہ ماضی“ بن چکا تھا۔ اسی لیے اقبال نے مسلمانوں کی تعریف اس طرح کی تھی:

بھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان ہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اس شعر میں بھی اس مسلمان کو راکھ کا ڈھیر کہا گیا ہے جو اپنی علمی وراثت کھو چکا تھا اور طلب علم کی آگ اس کے سینہ میں ایک ہزار سال جلتی رہنے کے بعد بچھ چکی تھی۔ تسخیر دنیا کے لیے وہ قرآنی احکامات بھلا چکا تھا

اُردو کے معروف شاعر اکبر الہ آبادی نے اپنے ایک خیالی عشق کو نظم کرتے ہوئے طنزیہ طور پر اسلام کو ”ایک قصہ ماضی“ سے تعبیر کیا ہے۔ عشق کا حال بتاتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ایک یورپی حسینہ سے ان کی ملاقات ہوئی اور وہ اس کی شوخی و زنا کت پر زار ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے اظہار عشق کر ڈالا اور چسپا ہا کہ

”عہد وفا باندھ“ وہ ان کی ہو جائے۔ لیکن حیف کہ جواب میں حسینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ”غیر ممکن ہے مجھے اُن مسلمانوں سے“ کیونکہ ”مُن نرائی کے یہ لیتے ہیں نمازی بیکر حملے سرحد پہ کیا کرتے ہیں غازی بیکر“ اور یہ بھی کہا کہ ”ہے ہنوز ان کی رگوں اثر حکم جہاد“ حسینہ کا جواب سن کر اکبر پریشان ہو کر اور اسے رجھانے کے لیے ایک سچی بات کہہ ڈالی کہ:

”ہم میں باقی نہیں اب خالد جانیاز کا رنگ
ہم پر غالب ہے فقط حافظ شیراز کا رنگ“
اور پھر بتایا کہ

یاں نہ وہ نعرہ تیکر نہ وہ جوش سپاہ
سب کے سب آپ ہی پڑھتے ہیں سچان اللہ
صاف گوئی کا سہارا لے کر زور دیتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا کہ

سائنسدانوں کے نام شامل ہیں جن میں ایک سویاٹخ کا تعلق اسلامی دنیا سے تھا۔ دس یا بارہ وہ تھے جو غیر اسلامی یورپ سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان میں سے بیشتر نے اسلامی اسپین کی یونیورسٹیوں (قرطبہ، غناطہ وغیرہ) سے سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی۔ گویا کہ عہد وسطیٰ میں دنیا کے کم و بیش نوے فیصد سائنس دان اسلامی دنیا سے

چنانچہ اقبال نے ایسے مسلمانوں کو اس طرح خطاب کیا تھا: وہ معزز تھے زمانہ میں مسلمان ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر اسلامی معاشرہ کو "قصہ ماضی" ثابت کرنا کوئی مشکل کام ہرگز نہیں ہے۔ عہد وسطیٰ کی اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں اور اس دور کے معاشرے کا مقابلہ آج کے اسلامی معاشرے سے کیجئے تو ان دونوں میں فرق اتنا نمایاں اور کسی حد تک عبرت انگیز ہوگا کہ اصل اسلامی معاشرہ "قصہ ماضی" ہی معلوم پڑے گا۔ عہد وسطیٰ کی اسلامی فکر، تمدنی ترقی، معاشرتی برتری، عقلیت پسندی، علم دوستی، تدبیر و حکمرانی، عدل و انصاف، بہادری و جان نثاری اور علمی برتری سب کچھ گزرے ہوئے کل کی بات معلوم پڑتی ہے۔ آج ہم میں کوئی ذکر یا رازی کیوں نہیں ملتا۔ ابو کامل کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ جابر بن حیان کہاں ہیں۔ خوارزمی کا کیا پتہ ہے۔ بوعلی سینا کیوں نظر نہیں آتے۔ البیرونی، "البغدادی"، الفارابی، "الغزالی"، "الکندی" کدھر ہیں۔ ابن رشد، ابن زہر، ابن خلدون، ابن ہشیم، ابن نفیس تاریخی میں گم کیوں ہیں۔ اسلامی دنیا ان ہستیوں کی وراثت سے کیوں محروم ہے۔ کیا یہی محرومی اسلامی زوال کی ذمہ دار تو نہیں۔ کیا ان کی عدم موجودگی "اسلام ایک قصہ ماضی" کی مترادف تو نہیں۔

"اسلام ایک قصہ ماضی" اور "مسلمان نہیں" رکھ کا ڈھیر "کی حقیقت کو اسلامی معاشرے کے ماضی اور حال کے چند اعداد و شمار بھی بخوبی ثابت کرتے ہیں۔ یورپ کے ایک معروف مؤرخ چارلس گیلپسپی (Charles Gillespie) نے ان سائنسدانوں کی فہرست مرتب کی ہے جنہوں نے عہد وسطیٰ میں (ساتویں صدی سے پندرھویں صدی تک) سائنس کو فروغ دیا اور اس طرح موجودہ سائنسی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس فہرست میں تقریباً ایک سو بیس

اسلامی دنیا سے سائنس کا نکالا ہو چکا تھا۔ 1981ء کے ایک سروے کے مطابق چھوٹے سے ملک ناروے کے سائنسدانوں انجینئروں اور ڈاکٹروں کی کل تعداد پوری اسلامی دنیا کے سائنسدانوں انجینئروں اور ڈاکٹروں سے کچھ زیادہ ہی تھی۔

تعلق رکھتے تھے۔ یہی تناسب سائنسی ایجادات اور سائنسی تصانیف کا بھی تھا۔ لیکن بیسویں صدی آئی تو بساط بالکل الٹ چکی تھی۔ اسلامی دنیا سے سائنس کا نکالا ہو چکا تھا۔ 1981ء کے ایک سروے کے مطابق چھوٹے سے ملک ناروے (Norway) کے سائنسدانوں انجینئروں اور ڈاکٹروں کی کل تعداد پوری اسلامی دنیا کے سائنسدانوں انجینئروں اور ڈاکٹروں سے کچھ زیادہ ہی تھی۔ یہ تعداد جاپان کے کل سائنسدانوں کے نصف سے بھی کم تھی۔ 1981ء کے ہی ایک دوسرے سروے کے مطابق جو کمپین ممالک سب سے زیادہ سائنسی لٹریچر ہر سال شائع کرتے تھے ان میں ایک بھی مسلم ملک کا نام نہ تھا۔ 1998ء کی ایک خبر میں یہ بھی بتایا گیا کہ 1996ء میں دنیا بھر میں جو سائنسی مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوئے تھے ان میں مسلم ممالک میں شائع ہونے والے مضامین ایک فیصد سے کم تھے۔ لیجئے عہد وسطیٰ میں جب مسلمانوں کی آبادی دنیا کا

امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے جہاں مسلمان علما راوردانشور جانا باعث فخر و افتخار سمجھتے ہیں۔ قدیم اسلامی لٹریچر بھی انہی یونیورسٹیوں میں محفوظ ہے۔ ایک زمانہ تھا جب بغداد کی ایک شاہراہ پر دو سو سوکانوں کی دکانیں تھیں، جہاں قرآن پاک سے لے کر فلکیات، طبیعیات، ریاضی، کیمیا، طب وغیرہ کی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ آج کسی دکان پر تو کیا، مسلم اداروں کی لائبریریوں میں بھی اس ہیشمار اور جابرین جیسان کی تصانیف مشکل سے ملیں گی۔ کیونکہ ایک یورپی مورخ کے قول کے مطابق اٹھارھویں صدی میں مسلمانوں کا زوال اتنا شدید تھا کہ نہ قواعدیں اس وقت نئی ترقیوں کی خبر تھی اور نہ ہی اپنی قدیم سائنسی کامرانیوں کا علم تھا۔ بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی ”یہ تاریخ کا عبرتناک واقعہ ہے کہ سائنس کی عظیم الشان خدمات انجام دینے کے بعد مسلمان اپنی تحقیقی و علمی روش بھول گئے اور مقلدانہ اور روایتی ذہنیت کا شکار ہو گئے جس کے نتیجے میں وہ سائنسی اور صنعتی میدان میں مغرب سے پیچھے رہ گئے۔“ اسی موضوع پر ایڈورڈ ایشیا (Edward Atiya) نے مسلمانوں کے زوال کے دور کو Long Sleep (طویل نیند) کہا ہے اور بتایا کہ اس دور میں ”مسلمان سوچنے اور ایجاد کی صلاحیت کو کھو بیٹھا اور صرف پرانی کتابوں کو رٹ لینے کو علم سمجھ بیٹھا۔“ اب وہ قدیم کتابوں پر شرحیں لکھنے لگا اور اس کے بعد شرحوں کی شرحیں بھی تحریر کرنے لگا۔ اس کے نزدیک یہ اس کے علمی مشاغل کے بہترین نمونے تھے۔ تخلیقی اور تحقیقی تصانیف ”قصہ مانی“ بن گئیں۔ ماضی میں بیت الحکمت جیسی اکاڈمیاں سارے اسلامی دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ آج سائنسی اکیڈمی کی اہمیت اسلامی معاشرہ میں ختم ہو چکی ہے۔ سائنسی علم کو علم کے زمرہ میں رکھنا ہی نامناسب قرار دیا جا چکا ہے 1940ء میں ایک مشہور قائد نے خبردار کیا کہ سائنس کو علم

کل آبادی کا تقریباً 15 فی صد تھی، اُس وقت سائنسی سرگرمیوں میں ان کی شمولیت تقریباً 90 فی صد اور بیسویں صدی میں جب مسلمانوں کی آبادی تقریباً 22 فی صد تھی تو سائنس میں حصہ ایک فی صد سے کم۔ عہد وسطیٰ میں سائنسی انکشافات اور ایجادات کے مراکز بغداد، سمرقند، دمشق، قاہرہ، اشبیلہ، قرطبہ، غرناطہ، بخارا وغیرہ میں تھے جن سے ساری دنیا فیض اٹھاتی تھی۔ بیسویں صدی کی آئی کہ علم نافع اسلامی دنیا سے مفقود ہو گیا۔ اب ہر نئی ایجاد کا سپہا یورپ کے سائنسدانوں کے سر پر تھا۔ بھاپ کے انجن سے لے کر ہوائی جہاز کا بنانا، جان بچانے والی دواؤں کا معلوم کرنا کمپیوٹر کی تشکیل، مختلف ذرائع سے بجلی کی پیداوار، غرضیکہ نفع پہنچانے والے سارے علوم مغربی اقوام کے کارنامے تھے۔ ان میں مسلمانوں کا کوئی رول نہ تھا کیونکہ اسلام تو ”ایک قصہ ماضی“ تھا۔

لیجے عہد وسطیٰ میں جب مسلمانوں کی آبادی دنیا کے کلے آبادی کے تقریباً 15 فی صد تھی، اسے وقت سائنس سرگرمیوں میں ان کے شمولیت تقریباً 90 فی صد اور بیسویں صدی میں جب مسلمانوں کے آبادی تقریباً 22 فی صد تو سائنس میں حصہ 1٪ سے بھی کم۔

عہد وسطیٰ میں پورا یورپ علم کے حصول کے لیے اسلامی ممالک کا رخ اختیار کرتا تھا۔ راجر بیکن (Roger Bacon) ہو یا جرارڈ (Gerard) جتنے بھی یورپی سائنسدان اور عالم تھے، وہ سب کے سب اسپین کی اسلامی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ تھے۔ آج حال یہ ہے کہ ساری اسلامی دنیا حصول علم کے لیے یورپ اور امریکہ کا دورہ کرتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اسلامی تاریخ پر بھی بہترین کام یورپ اور

لوٹا گیا۔ انگریزی اور سائنس کی کتابوں کو پھاڑ ڈالا گیا۔ سائنس کے آلات کو آلات شیطانی کہہ کر توڑا۔ بلوائی عربی اور فارسی کتابوں کو ساتھ لے گئے اور کہا میں بیچ ڈالا۔ مسلمانوں کا یہ عمل بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ عیسائیوں کا اسکندریہ کی لائبریری کو جلاتے وقت تھا۔ اسلام قصہ ماضی ہو گیا۔

ماضی کا اسلامی دور وہ تھا جب اسلام کو دین فطرت بتا کر ہر کام عقل کی بنیاد پر کیا جاتا۔ بوعلی سینا نے دماغ کی خرابی کو تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ دوسرے امراض کی طرح کا

برائون لکھتا ہے کہ جب اسلامی فوجیں نئے علاقوں سے کو فتح کر لیتیں تو صلح نامہ پر جو شرائط ہوتیں ان میں ایک شرط یہ بھی ہوا کرتی کہ اس علاقے میں موجود علوم مختلفہ کی یونانی کتابیں ان کے حوالے کر دی جائیں۔ اس شرط پر مغلوب عیسائی بخوشی راضی ہو جاتے کیونکہ یہ کتابیں ان کے لیے بیکار محض تھیں۔ یہ حال تھا اسلامی عروج کا۔

ایک مرنے والے کو بچا کر اور جھاڑ پھونک کے علاج کو بغیر منہ وری بتاتے ہوئے دواؤں اور حسن سلوک سے مریض کو ٹھیک کرنے کی ہدایت کی۔ لیکن انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمان عیسائیوں کے تاریک دور میں واپس چلا گیا۔ عملیات کے ذریعے علاج و معالجہ ہونے لگا۔ امراض پر قابو پانے کے لیے روحانی طریقے معلوم کیے جانے لگے۔ ایسے نیل بنائے گئے جن کو سر میں لگانے سے بلاؤں کو مھکانے کا دعویٰ کیا جانے لگا۔ جتنا توں کو قابو کر کے بوتلوں میں قند کر کے امراض خبیثہ سے نجات پانے کا طریقہ معلوم کر لیا گیا۔ نوچند ہی جمعرات کے دن چنبیلی

سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ مشہور حدیث ”علم حاصل کرو خدا چین ہی جانا پڑے“ کو ضیف حدیث بتا کر جدید علوم کا مذاق اڑایا گیا اور ان علوم کے مرکز کو درسگاہیں نہیں بلکہ قتل گاہیں کہہ دیا گیا۔ مسلمانوں کا حال کچھ ویسا ہی ہو گیا جو رومن سلطنت کے زوال کے وقت یورپین اقوام کا تھا، جنہوں نے عیسائیت کو قبول تو کر لیا تھا لیکن صرف روحانیت پانے کے لیے۔ دنیا پانے کے لیے نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کو علم دنیا سے نفرت ہوئی کہ انھوں نے اقلیدس، افلاطون، جالینوس وغیرہ کی تصنیفات کو کفر کے ذخائر بتایا اور ان لائبریریوں کو نذر آتش کیا جہاں یہ کتابیں محفوظ تھیں۔ اسی غیر عقلی رویہ کی بنا پر رومیوں نے پانچویں صدی عیسوی میں اسکندریہ کی مشہور لائبریری کو آگ لگا دی اور بعد میں جب شرمندہ ہونے تو آگ لگانے کا الزام عمرو بن العاص کی فوجوں پر لگا دیا، جنھوں نے 642ء میں مصر فتح کیا تھا۔ لیکن سچائی یہ تھی کہ مسلمانوں نے قدیم رومن اور یونانی لٹریچر کو محفوظ ہی نہیں کیا بلکہ ان کے عربی تراجم ساری دنیا میں حصول علم کی خاطر تقسیم کرادیئے۔ براؤن لکھتا ہے کہ جب اسلامی فوجیں نئے علاقوں کو فتح کر لیتیں تو صلح نامہ پر جو شرطیں ہوتیں اس میں ایک شرط یہ بھی ہوا کرتی کہ اس علاقے میں موجود علوم مختلفہ کی یونانی کتابیں ان کے حوالے کر دی جائیں۔ اس شرط پر مغلوب عیسائی بخوشی راضی ہو جاتے کیونکہ یہ کتابیں ان کے لیے بیکار محض تھیں۔ یہ حال تھا اسلامی عروج کا۔ بیسویں صدی میں جب زوال آیا تو مسلمانوں کا حال وہی ہو گیا جو دور وسطی میں عیسائیوں کا تھا۔ اس حال زار پر مولانا ابوالکلام آزاد نے مختلف مضامین کے ذریعے بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے (غبارِ خاطر)۔ علم کو روحانی اور دینی مرکز میں محدود کر دیا گیا جو خود جمود کا شکار تھے۔ جدید اور سائنسی علوم کو خلاف دین قرار دیا گیا۔ 1857ء کو دہلی کا کچ کی لائبریری کو

کمزور ترین قوم بن گئے۔ 1918ء میں یورپ میں فوجوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تو قبۃ الصخرہ (Dome of Rock) کی بیڑیوں پر کھڑے ہو کر ان فوجوں کی قیادت کرنے والے فیلڈ مارشل آلن بی (Allenby) نے اعلان کیا کہ ”یہ جنگ کٹھن صلیبی جنگ تھی جس میں ہمیں مکمل فتح حاصل ہوئی ہے۔“ پھر اسی سال اکتھ (Smith) نامی مورخ نے اسلام پر ایک کتاب لکھتے ہوئے اعلان کیا کہ ”بیت المقدس کی فتح اصل میں آخری صلیبی جنگ تھی۔“ گویا مسلمان ہمیشہ کے لیے پسپا کر دیا گیا تھا اور کچھ ایسا ہی ہوا بھی۔ 1918ء کے بعد مسلمان مغرب کی جانب نظر اٹھانے کی ہمت نہ کر پایا۔ ہاں آپس میں خوریز جنگیں خوب لڑیں، وہ بھی یورپ اور امریکہ سے ہتھیار خرید کر ایک جنگ جو تقریباً آٹھ سال تک دو اسلامی ممالک کے درمیان لڑی گئی۔ اس میں دس لاکھ جانیں تلف ہوئیں۔ یہ حال ویسای تھا جب عہد وسطیٰ میں یورپی اقوام آپس میں برسوں ایک دوسرے سے برس پیکار رہتی تھیں۔ گویا مسلمان بیسویں صدی میں ماضی کے یورپی عیسائیوں کی نقل کر رہے تھے کیونکہ اسلام ”ایک قصہ ماضی“ بن چکا تھا۔

سیمبل، برائی، خالٹ اور دیگر یورپی دانشوروں نے عہد وسطیٰ میں اسلامی علم کی عظمت کا حال کچھ اس طرح لکھا ہے جسے پڑھ کر اور جس کا موازنہ آج کے علمی سطح سے کر کے عبرت ہوتی ہے۔ سیمبل لکھتا ہے کہ دسویں اور گیارھویں صدی میں اسلامی معاشرے میں علم کا اتنا بڑھا تھا کہ بغداد اور قرطبہ کے دس دس لاکھ کی آبادی والے شہروں میں تعلیم سونی صدھی اور ہر لڑکا اور ہر لڑکی جن کی عمر بارہ سال سے زیادہ ہوتی تھی لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے یہ وہ دور تھا جبکہ یورپ کے نوابوں (Lords & Barons) کی بیویاں، ان کے بیٹے اور بیٹیاں زبان نام مشکل سے لکھ سکتے تھے۔ بیسویں صدی آئی تو معلوم ہوا کہ مسلم آبادیاں تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں۔ ویسای شہر

کے پھولوں کو قبروں میں گاڑ کر سمجھا گیا کہ اس سے دل کی مرادیں پوری ہوں گی۔ اسلام ایک قصہ ماضی بن گیا۔

صفائی اور تھرائی کی اسلامی تعلیمات کے پیش نظر ایک زمانہ میں اسلامی معاشرہ میں ان باتوں پر اتنا زور دیا جاتا کہ صفائی مسلمانوں کی پہچان بن گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اسپین پر بند رہیں صدی میں جب عیسائی اقوام نے قبضہ کر لیا تو ہر وہ شخص جو صاف ستھرے لباس میں نظر آتا، اس پر وہ مسلمان ہونے کا شک کیا کرتے۔ بیسویں صدی میں یہ حال ہو گیا کہ بقول اسٹارڈ مسلمان گندے پیر ہن کو لباس فقیری کہہ کر اپنلے لگے۔ اسلام ایک قصہ ماضی ہو گیا۔

اسلام میں عقلیت پسندی نے امام غزالی اور الفارابی جیسے عالموں کو جنم دیا تھا لیکن انیسویں صدی اور بیسویں صدی میں جب سرسید اور آقبال جیسے دانشوروں نے عقل کے استعمال اور استدلال پر زور دیا تو ”زاہد تنگ نظر“ نے انھیں کافر جانا کیونکہ اب اسلام ماضی کا ایک قصہ تھا۔

ایک زمانہ تھا اور وہ زمانہ ایک ہزار سال پر محیط تھا جب دینی عالم دنیوی علوم پر قدرت رکھتے تھے۔ بابوں کہا جائے کہ دنیوی علوم پر قدرت والے دینی علوم سے خوب واقف ہوا کرتے تھے۔ الکندی، البیرونی، بوعلی سینا، ابن رشد، جابر بن حیان، زکریا رازی اس سچائی کی جند مثالیں ہیں۔ دنیوی علوم میں قدرت رکھنے کے باعث اسلامی دنیا ایک زبردست معاشی اور فوجی طاقت تھی۔ سولھویں صدی کے بعد علوم جدیدہ سے مسلمانوں میں بیزاری بڑھنے لگی اور ایک طبقہ یہ کہنے لگا کہ قرآن وحدیث کے ارشادات جو بھی علم سے متعلق ہیں، ان کا اشارہ علم دین سے ہے نہ کہ علم دنیا سے۔ یہ بیزاری اس حد تک بڑھی کہ علوم جدیدہ کو علم فرنگ کا نام دیا جانے لگا۔ ان علوم سے بیزاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیسویں صدی کے اوائل ہی میں مسلمان معاشی اور فوجی طاقت کے اعتبار سے

روانہ کرتے تھے۔ گویا ہر اعتبار سے اسلامی معاشرہ اپنے عہد سے آگے تھا۔ بیسویں صدی کا حال سنئے تو شرم سے رنگا ہل جھک جاتی ہیں۔ مسلم مملکتیں اپنی ضرورت کی اشیاء یورپ سے منگاتے لگیں۔ اپنے تحفظ کے لیے مغرب پر مکمل طور پر انحصار کیا جانے لگا۔ اسلامی دنیا اپنی قومی آمدنی کا بچیس فی صد حصہ ہتھیاروں کی خرید پر خرچ کرنے لگی اور خرچ کی بے ساری دولت مغرب کو منتقل ہونے لگی۔ برخلاف اس کے مغربی قومیں اپنے تحفظ کے لیے صرف قومی آمدنی کا گیارہ فی صد خرچ کرتیں اور وہ رقم خود ان ہی کے علاقوں میں رہتی۔ بیکاپائلیٹ شاید اس لیے ہوتی کیونکہ مسلمان بقول ایڈورڈ ایشیا، ایک گہری نیند سو گیا ہے اور ماضی میں کھو گیا ہے۔

اسلام قصہ ماضی کیا ہوا کہ پوری امت مسلمہ موجودہ دور میں بیچارگی اور مصائب میں گھر گئی۔ کچھ فائدہ بن نے ان سے نکلنے کی راہ صرف دعاؤں میں بتائی۔ عظیم الشان جلسے کیے جانے لگے جہاں روحانیت کا سبق دیا جانے لگا اور بقول سید حامد ”یہ دین والے اسی خیال میں مگن ہیں کہ دین اور اخلاق کی خدمت ان کے دم سے ہو رہی ہے۔ ایک مضمون میں مولانا ابوالکلام آزاد نے تحریر فرمایا تھا کہ: ”بے عمل (اور بے علم) انسانوں کے لیے دعائیں تعطل قوی اور ترک عمل کا جیلہ بن جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے لیے دعاؤں کا یہی ائمہ ہوا اور وہ عملی زندگی کو ترک کر بیٹھا۔ قدرت کا یہ اصول نہ بدلا جاسکا کہ کسی قوم میں تیسرا اس وقت تک نہیں آسکتا ہے جب تک کہ قوم کے افراد خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان الله لا یغنی و ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم (سورہ رعد)

کچھ علماء اور دانشوروں کا نظریہ ہے کہ اسلام (مسلمانوں) کا زوال تاتاریوں کے کامیاب حملہ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب تیرھویں صدی کے اواخر میں ہلاکو نے بغداد کو تباہ و برباد کیا اور شہر کی آدھی آبادی کو

جو پہلے یورپیوں کا تھا۔ یہ مشکل دس فیصد مرد اور دو فیصد مسلم عورتیں لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ 1901ء میں ایک سروے ہوا جس میں پتہ چلا کہ ہندوستان میں دو سو مسلمان عورتوں میں سے صرف تین عورتیں لکھ پڑھ سکتی تھیں۔ گویا کہ دسویں صدی میں تو مسلم عورتوں میں تعلیم سو فیصد اور بیسویں صدی میں دو فیصد سے کم کسی مسلمان کو ابن ماجہ کی اس حدیث کی فکر نہ تھی جس میں علم کا حصول ہر مرد اور عورت پر فرض کر دیا گیا تھا اور محد سے لحد تک اس کی ضرورت محسوس کرائی گئی تھی۔ اب یہاں تک کہا جانے لگا کہ عورت کو پڑھنا سکھایا جائے، لکھنا نہیں۔ لیجئے اسلام ایک قصہ ماضی ہوا۔

ایک دور تھا جب اسلامی مملکتیں ہر اعتبار سے خود کفیل ہوا کرتی تھیں۔ لہذا ہائی کھیتیاں اسلامی دنیا میں تھیں۔ پھلوں اور پھولوں کی کثرت اسلامی دور کی خصوصیت تھی۔ غالب شاہ عمارتیں، نہریں، شاہراہیں، تجربہ گاہیں، اسپتال، معدنیات کی فیکٹریاں، الوہے، تانے، بیتل وغیرہ کے کارخانے، کشتیاں، کاغذ بنانے کی صنعتیں، برتن بنانے کے مراکز، غرضیکہ ہر چیز جس کی ضرورت ترقی یافتہ معاشرہ میں ہوتی چلائے وہ سب ہی اسلامی دنیا کو میسر تھی۔ کاغذ بنانے کی صنعت 752ء میں ممالک اسلامیہ میں شروع کی جا چکی تھی اور ڈیڑھ سو سال کے اندر اسلامی دنیا کا سارا کام کاج کاغذ پر شروع کر دیا گیا تھا۔ رنگین کاغذ بھی 912ء میں دمشق میں بننے لگا۔ برخلاف اس کے عیسائی دنیا میں کاغذ تقریباً پانچ سو سال بعد یعنی پندرھویں صدی میں مسلمانوں کے توسط سے بنایا جانے لگا۔ یہی حال فوجی ساز و سامان کا تھا۔ اسلامی دنیا میں بہترین تلواریں بنتی تھیں، بہت عمدہ قسم کے مہینیق تیار ہوتے تھے۔ زرہ بکتر مثالی ہوتے تھے۔ تربیت یافتہ فوجی گھوڑے اور توپ خانے ایسے جن کا مقابلہ ناکم تھا۔ یورپ کے شہنشاہ ان اشیاء کو خریدنے کے لیے خاص ایچی اسلامی ممالک کو

شہید دہلوی (تیرھویں صدی ہجری) جیسے عظیم علما کرام نے اپنی اجتہادی شان رکھنے والی تصنیفات سے دنیا کو اسلام پر گہرا اثر تو ڈالا لیکن عام مسلمانوں کو جاہلیت، توہمات اور فرسودہ رسم و رواج سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کی ذہنی پستی کو دور نہ کر سکے۔ چنانچہ بقول مولانا علی میاں ”مسلمانوں نے وقت کی قدر نہ کی اور صدیاں ضائع کر دیں (مباحث میں) برخلاف اس کے یورپی قوموں نے وقت کی قدر کی اور صدیوں کی مسافت برسوں میں طے کی۔“ اور اس طرح مسلمانوں کو بہت پیچھے چھوڑ گئے۔ جی ہاں اسلام ایک قصہ ماضی ہو گیا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پچھلی چند دہائیوں میں امت مسلمہ نیند سے بیدار ہونے لگی ہے اور یہ احساس جاگا ہے کہ تسخیر دنیا کے لیے جدید علوم کا حصول ضروری ہے اور اللہ کے اس حکم کی پابندی لازم ہے جس میں عمل کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں چند بہت اہم بین الاقوامی کانفرنسیں دنیا کے مختلف ممالک میں کی گئیں جن میں تیزی سے بدلتے حالات سے نپٹنے کے طریقوں کو پہچاننے پر زور دیا گیا۔ ایسی ہی ایک کانفرنس 1982ء میں اسلام آباد میں ہوئی جس میں بڑی تعداد میں اسلامی ممالک نے شرکت کی اور مختلف مقالوں اور قراردادوں کے ذریعہ اس بات پر زور

تہ تیغ کر ڈالا۔ مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور انھوں نے یونانی فلسفہ اسٹوئک (Stoic) کو اپنا نام شروع کر دیا جس میں یاسیت، محرومی، بے نیازی، قنوطیت کے احساسات خاص عناصر تھے۔ اس صورت حال کو تاریخی حکمرانوں نے جو بعد میں خود مسلمان بھی ہو گئے، خوب بڑھا دیا۔ کیونکہ مایوس مسلمانوں پر حکومت زیادہ آسان تھی۔ مایوسی کے عالم میں مسلمانوں کو روحانی ترقی پر ایک قسم کا قلبی سکون محسوس ہونے لگا جو ان حالات میں ایک قدرتی بات تھی۔ لیکن اس صورت حال کا حکمرانوں نے زبردست استحصال کیا اور عوام کو علم سے دور رکھا۔ جاہلیت کے اندھیروں میں انھیں ڈھکیل دیا۔ بدعات کی بنیاد پر بنے ان کے رسومات کو خوب بڑھا دیا۔ یہ سارے منصوبے اس حد تک کامیاب ہوئے کہ بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی ”دورِ انحطاط اسلامی میں عبقری صلاحیت کے لوگ (Genius) بہت کم نظر آنے لگے۔ وہ تخریر فرماتے ہیں ”زیادہ تر علمبردار و مفکرین نے علوم مابعد الطبیعیات (Metaphysics) کی طرف توجہ زیادہ کی اور علوم طبیعیہ اور عملی اور نتیجہ خیز فنون کی طرف توجہ کم کی۔ ان مباحث میں جن کا دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہ تھا صدیوں تک در دوسری و دیدہ ریزی کرتے رہے اور ان علوم اور تجربوں کی طرف توجہ نہ کی جو ان کے لیے کائنات کی طبیعی قوانین مسخر کر دینے اور اسلام کے مادی اور روحانی تسلط کو تمام عالم پر (پھر سے) قائم کر دیتے۔“ مولانا نے اصل میں اس دور کی حکمتی کی ہے جب تعلیمی حلقے اور مدارس سخت جمود و تقلید کا شکار اور ایک علمی و فکری انحطاط میں گرفتار تھے۔ اس پر آشوب دور میں چند مستند شخصیتوں نے جنم ضرور لیا، جنھوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے خوابیدہ مسلمانوں کو ہوشیار کر کے رکھی تھی۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی (گیارہویں صدی ہجری)، حضرت شاہ ولی اللہ (بارہویں صدی ہجری)، اور شاہ اسماعیل

حیدر آباد کے گرد و نواح کے علاقے میں
ماہنامہ ”سائنس“ حاصل کرنے کے لیے
رابطہ قائم کریں:

4732 386

شمس ایجنسی فون نمبر

500012 - 3-8-31 گوشہ محل روڈ - حیدر آباد

مسلمانوں نے کافر نس کی ان ہدایات پر عمل کیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی راکھ سے ایک بار پھر عقاب بن کر فضا میں پرواز شروع کر دے اور علوم جدید کے حصول کو اب پھر سے فریضہ اسلامی سمجھے۔ کیونکہ بقول اقبالؒ

اس دور میں تعلیم ہے امر ارضِ ملت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نشتر
امتِ مسلمہ کو تسخیر دنیا کے لیے باعمل ہو کر نیزی سے
بد لے لے حالات کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا۔ کیونکہ سہ
ذرا دیکھو اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
دھر کر کیا ہے بھلا عہدِ کھن کی داستانوں میں (اقبالؒ)

بقیہ: ... مرجان

اس میں کچھ تاب دار (FLUORESCENT) سبزی مائل زرد دپٹے نظر آتے ہیں جن کی کثافت مرجان کی پیدائش کے وقت اس علاقے میں ہونے والی بارش کی مقدار اور دریاؤں کی طغیانی کی دلیل ہوتی ہے۔ آئی ڈیل کی تحقیقات نے 1770ء میں اس علاقے میں ہوئی زبردست بارش کا انکشاف بھی کیا۔ مذکورہ تاب دار پٹے مرجان کے اندر پائے جاتے جہاں ایک جزو فل وک ایسڈ (FULVIC ACID) کی وجہ سے نظر آتے ہیں۔ آئی ڈیل کے مطالعے سے ماضی میں موسم کی نمایاں تبدیلیوں اور ان کے درمیانی وقفوں کا تجزیہ کرتے ہوئے مستقبل میں پیش آنے والی تبدیلیوں پر قیاس کرنا آسان ہو چکا ہے۔

دیا کہ اگر بے دینی کی لہر روکنے ہے اور مسلمانوں کو قہرِ ملت سے نکالنا ہے تو اسلام کو بہتر سا شفق طور پر پیش کیا جائے۔ عالم واقعی کو پس منظر میں ڈالنے کے بجائے سامنے لایا جائے۔ قدامت پرستی اور لفظ پرستی سے چھٹکارا دلایا جائے۔ مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھا جائے۔ نیکی، فضیلت اور دینداری حاصل کرنے کے لیے دنیا کو رد کرنے کا عمل روکا جائے۔ علمِ دین اور علمِ دنیا کو دو خانوں میں نہ بانٹا جائے۔ توہمات اور فرسودہ رسم و رواج کو تھج دیا جائے۔ ناخواندگی کو پورے طور سے ختم کیا جائے عوام میں جدت اور نیا پن لایا جائے۔ علمِ شریعت چہند لوگوں کی اجارہ داری نہ ہونے دی جائے۔ ہر نئی بات کو بدعت پر محمول نہ کیا جائے۔ اور نہ ہر نئی چیز یا ایجاد کو گمراہی سے تعبیر کیا جائے۔ تمام تر توجہ اس بات پر دی جائے کہ مسلمان اپنے عہد کے ساتھ چلے یا ہوسکے تو عہد سے آگے۔ جیسا کہ ماضی کی اسلامی تاریخ ظاہر کرتی ہے۔ اگر

مغربی ہنگال میں
ماہنامہ "سائنس" کے سول ایجنٹ

محمد شاہد انصاری

ذکی جگ ڈپو۔ ریل پارک کے ٹی روڈ آسنسول 713302

مکتبہ رحمانی، 6 کوٹوال اسٹریٹ، ملکتہ 700073

Agent for United Kingdom, Europe, USA and Canada:

Mohammed Naim Ullah,
151, Gladstone Park Gardens
London NW2 6RN (U.K.)

Telephone: (0044-181) 450 2989
Fax: (0044-181) 450 1031

e-mail: equipe@ullah.demon.co.uk



آبی جانور چارٹ

عبدالودود انصاری
اسٹنسل-2 (مترجمی بنگال)

صحیح حل بھیجیں!

50 روپے نقد انعام پائیں!!

اپنا صحیح حل صفحہ نمبر 56 پر دیئے گئے سادہ کوپن کے ہمراہ 10 دسمبر 1998ء تک ہمیں بھیج دیں۔ صحیح حل اور انعام پانے والے کا نام جنوری 1999ء کے شمارے میں شائع ہوگا۔ ایک سے زیادہ صحیح حل موصول ہونے پر فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔

د	ی	س	ک	ی	د	ا	ط	و	س	ب
ر	ل	ا	ڈ	و	ب	ر	و	س	ا	ط
کا	چھ	ا	ن	ج	ا	ڈ	ا	گ	ن	ج
ا	ا	ا	ی	ف	ص	پ	ن	ا	س	ا
ع	ل	ک	م	ڈ	ل	و	ی	پ	د	ک
ی	م	ی	ڈ	چھ	گھ	ا	ی	ف	چھ	ہ
گھ	ی	ک	ہ	گ	ل	س	ڈ	و	ک	ا
و	ن	چھ	ی	و	و	ی	ا	ہ	ی	ی
ڈ	ڈ	ن	ف	ل	ی	ڈ	و	ش	ق	س
ا	ڈ	و	ل	ا	ف	ا	د	ج	ڈ	ظ
ا	ک	ا	م	و	م	ف	د	م	ا	و

نیچے دیئے گئے چارٹ کے حروف میں بارہ آبی جانوروں کے نام پوشیدہ ہیں۔ یہ نام حروف کو اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں سیدھے سے ترچھے ملانے سے بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیا جی گھوڑا، کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بقیہ بارہ جانوروں کے نام تلاش کریں (نوٹ: کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو پانی اور خشکی دونوں میں رہتے ہیں)

صحیح حل

جواہرات چارٹ:

- (1) یا قوت (2) جمونیا (3) زرد
 - (4) زبرد (5) عقیق (6) عنبر
 - (7) لعل (8) مرجان (9) نیلم (10) ایزر
- کوئی بھی صحیح حل موصول نہیں ہوا۔

دربار چارٹ (انعام پایا):

مریم جمیلہ خانم
(عالمہ سال دوم، جامعۃ الومناات)
پھانک پورہ کھانگاؤں بلڈانہ 03 4443

ا	ر	س	د	ہ	ی	ر	و	ا	ر
د	ر	ہ	ج	م	ی	ل	ع	ب	ب
م	ل	ی	چ	ف	ل	ا	ن	م	س
ر	ن	ر	ا	ی	ی	ع	ق	ی	ق
ج	و	ا	د	د	ا	ر	ل	و	ی
ا	م	گ	ج	ت	ر	ق	و	م	ت
ن	ج	ر	ا	ر	م	م	و	ز	ل
ص	ب	ن	س	ی	م	ق	ز	م	ہ
ز	ص	ا	ی	ن	و	م	ج	د	ر
ی	ا	ک	و	ت	ل	و	ق	ا	ی

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

(یالیمینٹ کے ایکٹ 1997ء کے تحت قائم شدہ مرکزی یونیورسٹی)

کسی کالج / یونیورسٹی میں پابندی کے ساتھ حاضری کے بغیر فاصلاتی تعلیم کے توسط سے
گھر بیٹھے حصول علم کا بہترین موقع

نظامت فاصلاتی تعلیم

برنداون کالونی، ٹولی چوکی، حیدر آباد - 500008

اعلان داخلہ برائے بی۔ اے سال اول 99 - 1998ء اردو ذریعہ تعلیم
فاصلاتی طریقے سے بی۔ اے سال اول، اردو ذریعہ تعلیم میں داخلے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔
کسی مسئلہ بورڈ / کمشنریٹ / ادارے / یونیورسٹی سے انٹر میڈیٹ یا 10+2 یا اس کے مساوی امتحان میں
کسی بھی ذریعہ تعلیم سے کامیاب امیدوار درخواست جینے کے اہل ہیں۔
خانہ گیری کی ہوئی درخواست وصول ہونے کی آخری تاریخ 25 نومبر 1998ء ہے۔
یونیورسٹی کے بی۔ اے پروگرام وغیرہ کے تعلق سے تفصیلات ہدایت نامے میں درج ہیں۔
ہدایت نامہ مع درخواست فارم :

ہدایت نامہ مع درخواست فارم شخصی طور پر یا بذریعہ ڈاک ادھر دیئے گئے پتے سے یا درج ذیل علاقائی مراکز سے
حاصل کیا جاسکتا ہے۔ نقد ادائیگی پر ہدایت نامہ مع درخواست فارم کی قیمت 20 روپے ہے۔ اے بذریعہ ڈاک بھی
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے نام 32 روپے کا انڈین پوسٹل آرڈر / بینک ڈرافٹ جو حیدر آباد میں قابل ادائیگی ہو،
ارسال کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ چرکیا ہوا فارم بذریعہ ڈاک یا دستی حیدر آباد یا پھر درج ذیل علاقائی مراکز میں جمع کرایا
جاسکتا ہے۔

پروفیسر محمد سلیمان صدیقی

رجسٹرار

فون (حیدر آباد) 3562965

پتہ (پٹنہ مرکز) :

جناب ایم ایچ غفران

ریجنل ڈائریکٹر - معرفت سری کل کشور

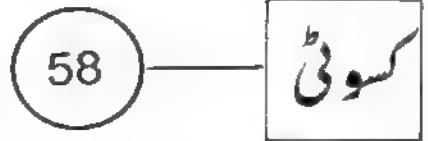
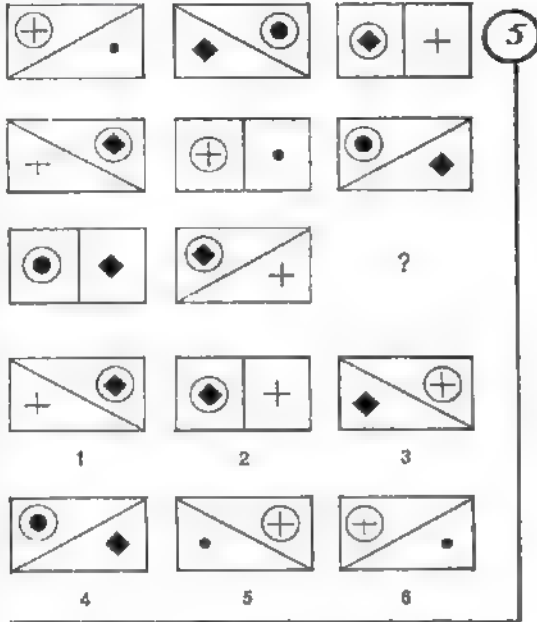
نوبانگر، پوسٹ آفس پھلواری شریف، پٹنہ

پتہ (دہلی مرکز) :

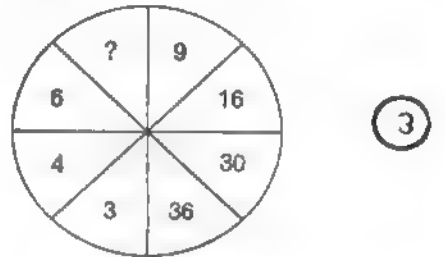
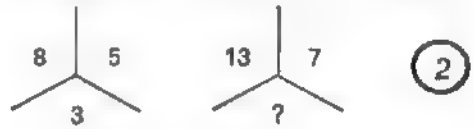
ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

ریجنل ڈائریکٹر

C-43 ایسٹ آف کیلاش، نئی دہلی 110065



سوالیہ نشان کی جگہ کون سا نمبر آئے گا؟



آپ کے جوابات کسوٹی کو پڑھنے کے ہمراہ 10 دسمبر 1998ء تک ہمیں مل جانے چاہئیں۔ صحیح جوابات میں سے بذریعہ قرعہ اندازی کم از کم 5 بہنے بجائیں گے۔ نام چننے کی جہزی 1999ء کے شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔ نیز جیتنے والوں کو عام سائنسی معلومات کی ایک دلچسپ کتاب بھیجی جائے گی۔

نوٹ:

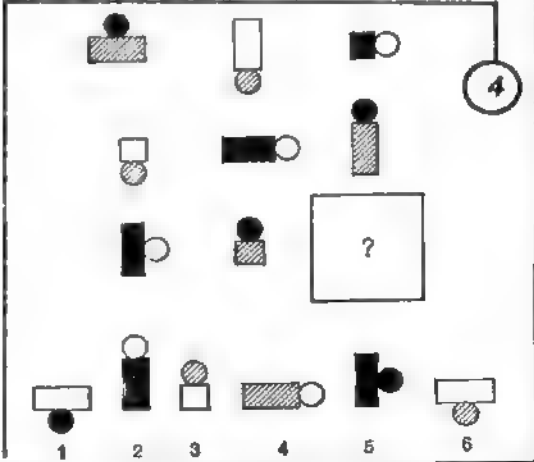
1۔ یہ انعامی مقابلہ صرف اسکولوں کی سطح پر نیز دینی مدارس کے طلباء و طالبات کے لیے ہے۔

2۔ بہت سارے جوابات صحیح ہونے کے باوجود قرعہ اندازی میں شامل نہیں ہو پاتے کیونکہ اس کے ساتھ کسوٹی کو پڑھیں ہوتا۔ اس لیے 'کسوٹی کو پڑھیں' رکھنا بھولیں!

صحیح جوابات کسوٹی نمبر 55

(1) اعداد کے دو سلسلے ہیں۔ بائیں ہاتھ سے اوپر

نیچے دیئے گئے ڈیزائنوں (4-5) میں سے ہر ایک ڈیزائن میں ایک جگہ خالی ہے اور ساتھ ہی مختلف ڈیزائنوں کے چھ نمونے ہیں۔ آپ کو یہ بتانا ہے کہ کس خالی جگہ پر کون سے نمبر کا ڈیزائن آئے گا؟





☆ محمد امام الدین جامعہ نوری دہلی ☆ مریم جمیلہ خانم جامعہ المومنین
کھانگاہوں ☆ عاطف احمد بالاپور اکوڑ ☆ سیدہ فرحین لکھنؤ
قلعہ بیڑ ☆ اظہر حسین صدیقی، منگرو دلیر

صحیح جوابات کسوٹی نمبر 56

- (1) 111 (بریکٹ کے اندر والا عدد بریکٹ سے باہر والے اعداد کے فرق کا آدھا ہے)
(2) 297 (دو اعداد کے درمیان کے فرق کو دو گنا کر کے یکے بعد دیگرے جمع کیا گیا ہے)
(3) 66 (گھڑی کے رُخ چلتے ہوئے ہر عدد کو دو گنا کر کے اس میں سے 2 کم کر لیں)
(4) ڈیزائن نمبر 45 ای ڈیزائن نمبر 4 انعام پانے والے:

1- خورشید انور انصاری
معرفت جامعہ اسکول

55 جامع مسجد اُتھین - مدھیہ پردیش 456006
نوٹ: صرف یہی ایک حل مکمل صحیح پایا گیا۔

والا عدد نیچے اوپر کے خانوں میں سے ہر ایک میں یکے بعد دیگرے ایک کم ہوتا جاتا ہے جبکہ نیچے والا خانہ (25) 5 کا مربع ہے اور اسی طرح ایک ایک کم ہو کر اپنے عدد کا مربع ہے مثلاً (9) 3 کا مربع ہے

- (2) 86 (ہر عدد کو دو گنا کر کے اس میں سے 1 پھر 2 پھر 3 اور پھر 4 کم کر لیں)
(3) 33 (اعداد کا سلسلہ بائیں سے دائیں بالترتیب 16 ' 8 ' 4 ' 2 اور 1 سے کم ہوتا جاتا ہے)
(4) ڈیزائن 8
(5) ڈیزائن 5

انعام پانے والے ہونہار بہن بھائی:

- 1- سید رضوانہ بانو
معرفت مرزا انین العابدین ابراہیم
لالہ سردار نگر، دیوبند دھولپہ - 424002
2- رضوانہ خاں
نزد نظام سویٹ شاپ چوراہا چند شہید روڈ علی گڑھ 202001
3- مرزا سلیمان بیگ
معرفت نگر سٹیڈیو
پرانا بازار، بھدرک - اڑیسہ 756100
4- محمد حامد خاں عبید
4018-11-90 احمد پورہ کالونی نظام آباد 503002
5- محمد اقبال
السبل اکیڈمی، ادریہ 854311

صحیح حل بھیجے والے دیگر بہن بھائی:

☆ احمد نظام، لونی روڈ دہلی ☆ صاحبہ عظمت، وروڈ ☆ سعید طاہرہ، وروڈ ☆ واصف اصغر، وروڈ ☆ سید عبدالطہر، وروڈ

قوی مرد کو نسل کی سائنسی اور تکنیکی معلومات

1	آیات	محمد براہیم
2	آسان اردو شارد پینٹ	سید راشد حسین
3	رضیات کے بنیادی تصورات	دانیال ورنیہ
3	افسانہ نگار	پروفیسر ماجد حسین
4	انگریزی	ایم. آر. سائنسی، احسان اللہ
5	بائوٹیکس پینٹ	امجد حسین
6	برقی کتاب	ذاکر شکیل اللہ خاں
7	پرنسپل کی زندگی اور اس کی معاشی اہمیت	انجم اقبال
8	پرنسپل کی زندگی اور اس کی معاشی اہمیت	محمد الدین خاں
9	پرنسپل کی زندگی اور اس کی معاشی اہمیت	محمد الدین خاں
10	پرنسپل کی زندگی اور اس کی معاشی اہمیت	محمد الدین خاں
11	پرنسپل کی زندگی اور اس کی معاشی اہمیت	محمد الدین خاں

قوی مرد کو نسل کے فروغ اور زبان و سواد کے ترقی دینے والے
نور محمد دین صاحب، دفتر کے پتہ پر، بی۔ بی۔ 11-90
فون 6103381 6103381 6108759

کاوش

شہد کو ہندی میں مدھو اور انگلش میں ہنی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شہد سفید، کالے، بھورے، پیلے، ہرے اور اور لال سبھی رنگوں میں پایا جاتا ہے۔ بینایاب تحفہ میں مدھو مکھی اور میوٹ کے ذریعہ ملتا ہے۔ یہ دونوں طرح کے شہد ہمارے لیے مفید ہوتے ہیں۔ شہد کی مکھی ایک کلو شہد کے لیے تقریباً دس لاکھ پھولوں سے رس جمع کرتی ہے۔ عام طور پر شہد کی سب سے اچھی قسم کورائل ہنی (ROYAL HONEY) کے نام سے جانا جاتا ہے، جو جیلی کی طرح ہوتا ہے۔ عام طور پر لال اور بھورے رنگ کا شہد بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں لوہے کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ لوہے کی کمی سے اینیمیا (ANAEMIA) جیسی خطرناک بیماری ہوتی ہے۔

اینیمیا دراصل خون میں ہیموگلوبن (HAEMOGLOBIN) کی کمی سے ہوتا ہے۔ جو کہ آکسیجن گیس کو ہمارے خون سے ہمارے جسم کے خلیات تک پہنچاتی ہے۔ یہ ہیموگلوبن لوہے سے ہی بنی ہوئی ہے۔ اس طرح سے اگر لوہے کی کمی ہوگئی تو آکسیجن کی پوری مقدار ہمارے خلیات تک نہیں پہنچ پاتی جس سے ہمارے جسم کے خلیات مرنے لگتے ہیں۔ جب ہمارے خلیے ہی مر جائیں گے تو ہمارا حشر کیا ہوگا۔ اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہئے کہ تھوڑا بہت شہد روز لیتے رہیں۔

جس طرح سے لوگوں نے نوریت، انجیل اور بائبل جیسی اسمانی کتابوں میں عین اپنی مرضی کے مطابق ملاوٹ کر ڈالی ہے، انھیں خالص صورت میں نہیں رہنے دیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح قدرت کے اس نایاب تحفے کو بھی اپنے نفع کے لیے اس میں طرح طرح کی ملاوٹ کر کے اس کو بدل ڈالا ہے۔ آج کل جو شہد ہم بازار میں دیکھتے ہیں،

اس کالم کے لیے بچوں سے تحریریں مطلوب ہیں۔ سائنس و ماحولیات کے کسی بھی موضوع پر مضمون، کہانی، ڈرامہ، نظم لکھئے یا کارٹون بنا کر اپنے پاسپورٹ سائز فوٹو اور 'کاوش' کوپن کے ہمراہ ہمیں بھیج دیجئے۔ قابل اشاعت تحریر کے ساتھ مصنف کی تصویر شائع کی جائے گی نیز معاوضہ دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں مزید خط و کتابت کے لیے اپنا پتہ لکھا ہوا پوسٹ کارڈ ہی بھیجیں (نا قابل اشاعت تحریر کو واپس بھیجا ہمارے لیے ممکن نہ ہوگا)

شہد: قدرت کا نایاب تحفہ

محمد امام الدین
گیارہویہ ہر ہار

شہد انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ایک نایاب تحفہ ہے۔ شہد ایک ایسا ٹونک ہے جو

ہمارے اعصاب کو مضبوط بناتا ہے۔ اس کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ یہ ہمارے جسم کے خلیے (CELL) کو ٹوٹنے چھوٹنے سے بچاتا ہے۔ شہد خاص طور پر ہماری آنکھ، نگلے اور جلد کے لیے مفید ہوتا ہے۔ شہد ہماری زندگی میں کئی طرح کا کردار ادا کرتا ہے۔ شہد سبھی امیر، غریب، بیمار، صحت مند، الغرض سبھی کے لیے مفید ہے۔

(1) شہد کو کبھی گرم نہ کریں۔

(2) گوشت یا مچھلی کے ساتھ کبھی بھی شہد نہیں لینا چاہئے۔

(3) مولیٰ، املیٰ اور امرد کے ساتھ بھی کبھی شہد نہیں چاہئے۔

50 سے 100 گرام شہد ایک دن کے لیے کافی ہے۔

ایک چمچ شہد میں ہمیں تقریباً 75 جول انرجی مہیا کرنا ہے۔

اسی خاصیت کی وجہ سے قدرت کے اس نایاب تحفے کو

ایک متوازن غذا (BALANCED DIET) کہا جاتا ہے۔

شہد کا استعمال دوا کی شکل میں بھی ہوتا ہے جیسے کو لرا، اکڑیم

بخار، بلڈ پریشر، ملیریا، ہسٹریا وغیرہ بیماریوں میں شہد کو

کچھ دوسری چیزوں (دواؤں) کے ساتھ لینے سے کافی

فائدہ ہوتا ہے۔ آپ بھی شہد کا لطف اٹھائیے اور اللہ تعالیٰ

کا شکر ادا کرتے رہیے۔

اس میں شہد کی مقدار کم اور چینی یا گڑ کی مقدار زیادہ ہوا

کر رہی ہے۔ لیکن چونکہ میں ایک مسلمان ہوں لہذا یہ میرا فرض

بتاتا ہے کہ میں آپ کو حق کی پہچان کے لیے کچھ باتیں بتا دوں۔

شہد (خالص) کی کچھ خاصیتیں مندرجہ ذیل ہیں:

خالص شہد پانی میں آسانی سے نہیں گھلتا۔

ایک بوند شہد آپ کسی کاغذ یا کپڑے پر ڈال دیں تھوڑی

دیر بعد اسے ہٹا دیں، یعنی پونچھ دیں۔ شہد اگر خالص ہوگا تو

اس کاغذ یا کپڑے پر دراغ نہیں لگے گا۔

اس طرح آپ خالص اور ملاوٹی شہد میں فرق سمجھ

سکتے ہیں۔ اب تو آپ خالص شہد بازار سے خرید سکتے ہیں

لیکن اس کے استعمال کے وقت بھی کچھ چیزیں دھیان

دینے کے لائق ہیں۔ ورنہ اس کا الٹا اثر بھی ہو سکتا ہے۔

”ادارہ سائنس“ کا ایک نیا قدم اُردو سائنس ڈسٹری بیوٹرز

اب اُردو میں سائنس، طب، نفسیات کی کتابوں کے لیے آپ کو بھٹکانا نہیں پڑے گا۔ اپنی مطلوبہ کتاب رکتب کے لیے

اُردو سائنس ڈسٹری بیوٹرز سے رابطہ قائم کریں۔

1 فرمائش کرتے وقت اپنا پتہ مکمل اور صاف لکھیں۔ پن کوڈ لکھنا نہ بھولیں۔

2 فرمائش کے ساتھ کتاب رکتب کی مجموعی رقم کا نصف بطور پیشگی بذریعہ منی آرڈر ضرور نصیبیں۔ کتابیں روانہ کرنے وقت یہ رقم بل میں

سے کم کر دی جائے گی۔

3 پانچ کلو تک کے پکیٹ وی بی سے روانہ کیے جائیں گے۔ اگر آرڈر بڑا ہو تو لکھیں کہ مال ریل سے منگوانا ہے یا ٹرانسپورٹ سے۔ نزدیکی

ریلوے اسٹیشن مطلوبہ ٹرانسپورٹ کے متعلق ضرور لکھیں۔ ساتھ ہی اپنے بینک کا نام اور مکمل پتہ تحریر فرمائیے۔ بلٹی بذریعہ بینک

روانہ کی جائے گی۔

4 ڈاک کرایہ اور پیکیجنگ کے تمام اخراجات خریدار کے ذمے ہوں گے۔

5 کتابوں کی قیمت میں اضافے کی صورت میں کتب کی وہی قیمت لگائی جائے گی جو ان کی روانگی کے وقت ہوگی۔

سائنس، طب، نفسیات سے متعلق کسی بھی کتاب کے لیے ہم سے رابطہ قائم کریں:

اُردو سائنس ڈسٹری بیوٹرز 18/665 ڈاکٹر۔ نئی دہلی 110025

شرائط ایجنسی

(یکم جنوری 1997 سے نافذ)

اُردو سائنس ماہنامہ

خریداری تحفہ فارم

میں اُردو سائنس ماہنامہ کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں / اپنے عزیز کو پورے سال بطور تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں / خریداری کی تجدید کرنا چاہتا ہوں (خریداری نمبر:) (رسلے کا ذریعہ سالانہ بذریعہ مینی آرڈر / چیک / ڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں۔ رسلے کو درج ذیل پتے پر بذریعہ سادہ ڈاک / رجسٹرڈ ارسال کریں:

1. کم از کم دس کاپیوں پر ایجنسی دی جائے گی۔
 2. رسالے بذریعہ وی۔ پی روانہ کیے جائیں گے کیشن کی رقم کم کرنے کے بعد ہی وی۔ پی کی رقم مقرر کی جائے گی۔
 3. شرح کیشن درج ذیل ہے:
- | | |
|-----------------|----------|
| 50 - 10 کاپی = | 25 فی صد |
| 100 - 51 کاپی = | 30 فی صد |
| 101 سے زائد = | 35 فی صد |
4. ڈاک خرچ ماہنامہ برداشت کرے گا۔
 5. بچی ہوئی کاپیاں واپس نہیں لی جائیں گی۔ لہذا اپنی فروخت کا اندازہ لگانے کے بعد ہی آرڈر روانہ کریں۔
 6. وی۔ پی واپس ہونے کے بعد اگر دوبارہ ارسال کی جائے گی تو خرچہ ایجنٹ کے ذمہ ہوگا۔

نوٹ:

1. رسالہ رجسٹرڈ سے نکلنے کے لیے ذرا سالانہ 280 روپے اور سادہ ڈاک سے 130 روپے (انفرادی) نیز 140 روپے (ادارائی و برائے لائبریری) ہے۔

2. آپ کے ذریعہ سالانہ روانہ کرنے اور ادائیگ سے سال جاری ہونے میں تقریباً چار ہفتے لگتے ہیں۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد ہی یاد دہانی کرائیں۔

3. چیک یا ڈرافٹ پر صرف URDU SCIENCE MONTHLY ہی لکھیں۔ دہلی سے باہر کے چیکوں پر 15 روپے بطور کیشن بھیجیں۔

665/18A ذاکر نگر، نئی دہلی 110025

پتہ برائے خط و کتابت:
ایڈیٹر سائنس، پوسٹ باکس نمبر 9764
جامعہ تنگ، نئی دہلی 110025

شرح اشتہارات

مکمل صفحہ - 1800	چھ اندراجات کا آرڈر دینے پر ایک
نصف صفحہ - 1200	اشتہار مفت اور بارہ اندراجات کا
چوتھائی صفحہ - 900	آرڈر دینے پر تین اشتہار مفت حاصل کیجئے۔
دوسرا دسرا کور - 2100	
پشت کور - 2700	

کیشن پر اشتہارات کا کام کرنے والے حضرات رابطہ قائم کریں۔

کاوش کوپن

نام

عمر

سیکشن

کلاس

اسکول کا نام و پتہ

پن کوڈ

گھر کا پتہ

پن کوڈ

کوئز کوپن

کوئز نمبر

نام

عمر

تعلیم

مکمل پتہ

پن کوڈ

کسوٹی کوپن

نام

عمر

سیکشن

کلاس

اسکول کا نام و پتہ

پن کوڈ

گھر کا پتہ

پن کوڈ

تاریخ

نام

عمر

شفلہ

مکمل پتہ

تعلیم

پن کوڈ

سوال جواب کوپن

نام

عمر

تاریخ

تعلیم

شفلہ

مکمل پتہ

پن کوڈ

نوٹ: کوپن مکمل بھر کر بھیجیں۔ اگر آپ اپنی شناخت ظاہر نہ کرنا چاہیں تو ہمیں لکھ دیں۔ آپ کا پتہ اور شناخت راز میں رکھی جائے گی۔ صرف آپ کا نام یا نام کے پہلے حروف شائع کیے جائیں گے۔

ادریز پرنٹر، پبلشر شاہین نے کلاسیکل پرنٹرس ۲۴۳ چاوڑی بازار، دہلی سے چھپوا کر ۱۲/۶۶۵ ڈاک نمبر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا



سرپرستوں کی
بے لوث خدمت نے
ہمیں بنادیا ہے

سب سے بڑا

شہری

کوآپریٹیو

بینک

بمبئی مرکنائٹل کوآپریٹیو بینک لمیٹڈ

شیڈولڈ بینک

رجسٹرڈ آفس : 78 محمد علی روڈ، بمبئی 400003

دہلی برانچ : 36 نیا جی سبھاش مارگ، دریا گنج، نئی دہلی 110002

RNI Regn No 57347/ 94 Postal Regn No DL-11337/ 98 Licenced To Post Without Pre-Payment At New Delhi P S O New Delhi-110002 Posted On 1st and 2nd of Every Month Licence No U (C) 180/ 98. Annual Subscription: Individual Rs. 130 Institutional Rs. 140 Regd. Post Rs. 280

Urdu **SCIENCE** Monthly

ماضی کے اولین موجد مستقبل کی سرحدوں کو چھو رہے ہیں

جس نے ۱۹۴۷ء میں پوری قوم کو اپنی گرفت میں لے رکھا
کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر خود کفالت
شکر سازی سے، ملک کی پہلی فلیش لائٹ بنانے
افتخار، شیروانی انٹرنیشنل
چھوڑی ہے۔



حُب الوطنی کی اس سرگرمی سے ابھرتے ہوئے،
تھا، شیروانی انٹرنیشنل نے قوم کے عماروں
حاصل کرنے کی اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔
ملک، ہوٹلوں سے برآمدات کے تیزی سے پھیلتے
نے ہر مقام پر اپنی مہارت کی چھاپ

آج جیپ ایک طاقتور برانڈ ہے، تاریخ، سبیل
بھاگ دو لاکھ دوکانداروں کے ذریعے پورے ملک، خاص طور سے دیہی علاقوں میں رہنے والوں کی ضروریات کو نہایت مؤثر
انداز سے پورا کر رہا ہے۔ ہمارا تاناک ماضی اور مضبوط بنیادیں ایک منور ترین مستقبل کے لیے راہ ہموار کر رہی ہیں۔

ہماری طاقت کو مزید استحکام بخشنے والی بصیرت،
ہمارے دائرہ کار کے ہر شعبے میں ہمیں اعلیٰ ترین
مقام تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہو رہی ہے۔



GEEP INDUSTRIAL SYNDICATE LIMITED
(A SHERVANI ENTERPRISE)